قدیم ہندستان کی سیکولر روایات

۳۰۰ ق۔ م۔ تا ۱۲۰۰ء

مجیب اشرف

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی
اشتراک
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی

قدیم ہندستان کی سیکولر روایات

(۳۰۰۰ق۔م تا ۱۲۰۰ء)

قدیم ہندستان کی سیکولر روایات

(۳۰۰۰ق۔م تا ۱۲۰۰ء)

مجیب اشرف

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

اشتراک

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی

Qadim Hidusatan ki Saicolar Riwayat

by

Mujeeb Ahsraf

Rs.65/-

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 ☎ 011-26987295

Email: monthlykitabnuma@gmail.com

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔110006 ☎ 011-23260668

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، ممبئی۔400003 ☎ 022-23774857

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔202002 ☎ 0571-2706142

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 ☎ 011-26987295

قومی اردو کونسل کی کتابیں مذکورہ شاخوں پر دستیاب ھیں

سنہ اشاعت: 2013 تعداد: 1100 قیمت: -/65روپے

ISBN :978-81-7587-949-2 سلسلۂ مطبوعات:1731

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

فون نمبر:49539000 فیکس: 49539099

ای میل:urducouncil@gmail.com ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس آفسیٹ پرنٹرز، C-7/5، لارنس روڈ انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔110035

اس کتاب کی چھپائی میں 70 GSM TNPL Maplitho کاغذ کا استعمال کیا گیا ہے۔

چند معروضات

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ایک قدیم اشاعتی ادارہ ہے، جس نے معتبر ادیبوں کی سینکڑوں کتابیں شائع کی ہیں اور اپنے ماضی کی شان دار روایات کے ساتھ آج بھی سرگرم عمل ہے۔ مکتبہ کے اشاعتی کاموں کا سلسلہ ۱۹۲۲ء میں اس کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا جو زمانے کے سرد وگرم سے گزرتا ہوا اپنی منزل کی طرف گامزن رہا۔ درمیان میں کئی دشواریاں حائل ہوئیں۔ نامساعد حالات نے سمت ورفتار میں خلل ڈالنے کی کوشش بھی کی مگر نہ اس کے پائے استقلال میں لغزش ہوئی اور نہ عزم سفر ماند پڑا، چنانچہ اشاعتوں کا تسلسل کلی طور پر کبھی منقطع نہیں ہوا۔

مکتبہ نے خلاق ذہنوں کی اہم تصنیفات کے علاوہ طلبا کی نصابی ضرورت کے مطابق درسی کتب بھی شائع کیں اور بچوں کے لیے کم قیمت میں دستیاب ہونے والی دل چسپ اور مفید کتابیں بھی تیار کیں۔ ''معیاری سیریز'' کے عنوان سے مختصر مگر جامع کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنایا اور یہی عمل اس کا نصب العین قرار پایا۔ مکتبہ کا یہ منصوبہ بہت کامیاب رہا اور مقبول خاص وعام ہوا۔ آج بھی اہل علم ودانش اور طلبا مکتبہ کی مطبوعات سے تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ درس گاہوں اور جامعات میں مکتبہ کی مطبوعات کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور یاد کیا جاتا ہے۔

ادھر چند برسوں سے اشاعتی پروگرام میں کچھ تعطل پیدا ہوگیا تھا جس کے سبب فہرست کتب کی اشاعت بھی ملتوی ہوتی رہی مگر اب برف پگھلی ہے اور مکتبہ کی جو کتابیں کم یاب بلکہ نایاب ہوتی جارہی تھیں ان میں سے دو سو ٹائٹل قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اشتراک سے شائع ہو چکے ہیں اور ان سے زیادہ قطار میں ہیں (اسی دوران بچوں سے تعلق رکھنے والی تقریباً سو کتابیں مکتبہ نے بلاشرکتِ غیرے شائع کی ہیں)۔ زیرِ نظر کتاب مکتبہ جامعہ اور قومی کونسل کے مشترکہ اشاعتی سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے۔

مکتبہ کے اشاعتی پروگرام کے جمود کو توڑنے اور اس کی ناؤ کو بھنور سے نکالنے میں مکتبہ جامعہ کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کے چیرمین محترم جناب نجیب جنگ صاحب (آئی اے ایس) وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ نے جس خصوصی دل چسپی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً لائق ستائش اور ناقابلِ فراموش ہے۔ مکتبہ جامعہ ان کا ممنون احسان رہے گا۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اربابِ حل وعقد کا شکریہ بھی ہم پر لازم ہے جن کے پُرخلوص تعاون کے بغیر یہ اشتراک ممکن نہ تھا۔ اوّلین مطبوعات میں کونسل کے سابق ڈائرکٹر کے تعاون کا کھلے دل سے اعتراف کیا جاچکا ہے۔ مکتبہ کی باقی کتابیں کونسل کے موجودہ فعال ڈائرکٹر ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین صاحب کی خصوصی توجہ اور سرگرم عملی تعاون سے شائع ہورہی ہیں، جس کے لیے ہم ان کے اور کونسل کے وائس چیرمین پروفیسر وسیم بریلوی صاحب کے ممنون ہیں اور تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ امید کرتے ہیں کہ مکتبہ کو ہمیشہ ان مخلصین کی سرپرستی حاصل رہے گی۔

خالد محمود
مینجنگ ڈائرکٹر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی

فہرست

۱۔ ہندستان کا جغرافیہ اور کرداری خصوصیات	۷
۲۔ ابتدائی دور اور وادیِ سندھ کی تہذیب	۱۳
۳۔ آریوں کی آمد اور سماجی زندگی	۲۱
۴۔ قدیم ہند کے اقتصادی حالات	۲۵
۵۔ قدیم ہند کے مذہبی رجحانات	۳۰
۶۔ رزمیہ نظموں کا دور	۳۶
۷۔ مہاویر جین اور گوتم بدھ کی تعلیمات	۳۹
۸۔ قدیم ہند کے سیاسی تصورات اور نظامِ حکومت	۴۴
۹۔ چندر گپت موریہ اور کوٹلیہ کا ارتھ شاستر	۴۸
۱۰۔ اشوکِ اعظم اور مہاتما گوتم بدھ کا سیکولر نظریہ	۵۰
۱۱۔ کنشک اور اس کی رواداری کی پالیسی	۵۴
۱۲۔ گپت خاندان کا عروج، ایک سنہری دور	۵۷
۱۳۔ ہرش وردھن اور تاریخ نویسی کا آغاز	۶۱
۱۴۔ راجپوت ریاستوں کا عروج اور زوال	۶۵
۱۵۔ جاگیرداری نظام کی ابتدا	۷۰
۱۶۔ دورِ قدیم میں دکنی ریاستوں کی حیثیت	۷۲
۱۷۔ شنکر آچاریہ اور ہندو مذہب کی تجدید	۷۸
۱۸۔ بیرونی حملوں کی نوعیت	۸۰

پیش لفظ

"قدیم ہندستان کی سیکولر روایات" میں عہدِ قدیم کی سماجی، اقتصادی، مذہبی، اور سیاسی زندگی اور رجحانات کو پیش کیا گیا ہے۔

اس عہد کی تاریخ سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ایک طرف رجعت پسندی اور تنگ نظری کی روایت ملتی ہے۔ اور دوسری طرف رواداری، انسانی برابری اور سیکولر نظریہ کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

علم تاریخ انسانی تہذیب و تمدّن کو جاننے اور سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہاں تاریخ کے دو خاص مقصدوں کی جانب توجّہ دلانا ضروری ہے۔ (۱) تاریخ ہی ماضی کے واقعات کو محفوظ رکھتی ہے۔ (۲) تاریخ کے ذریعے ماضی کی زندگی اور حالات کی صحیح تشریح ہمارے سامنے آتی ہے۔ جس کی روشنی میں ہم اپنے عہد کا تجزیہ کر کے بہتر نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ غیر صحت مند روایات کو ترک اور صحت مند روایات کو اپنا سکتے ہیں۔ اس سے روشن مستقبل کی صحیح راہیں تلاش کرنے میں مدد ملے گی۔

یہ کتاب سینئر سکنڈری اسکول اور بی۔ اے کے طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ زبان آسان اور مواد و موضوع کا تعین اُن کے ذہنی معیار اور نصابی ضرورت کا لحاظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں بہتر انسانی اقدار اور سیکولر رجحانات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ تاکہ طلبہ بہتر شہری اور بہتر انسانی خوبیاں اپنے اندر پیدا کر کے اپنا اور اپنے وطن کا نام روشن کر سکیں۔ ہر ایک مضمون میں متعلقہ موضوع کی تمام اور ضروری معلومات یکجا کر دی ہیں۔

تاکہ طلبہ کا وقت ضائع نہ ہو۔ اور وہ ضخیم کتابوں کے مطالعہ کی محنت سے بچ سکیں۔

محترم جناب شاہد علی خاں صاحب، جنرل منیجر مکتبہ جامعہ نئی دہلی نے اس کتاب میں سلیبس کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھنے کا مفید مشورہ دیا۔ اور کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ میں ان کے مشورے اور عنایت کا بے حد ممنون ہوں۔

میں نے جن مورخین سے استفادہ کیا ہے ان سب کا ممنون ہوں۔

ڈاکٹر مجیب اشرف
ریڈر شعبہ تاریخ
جامعہ ملّیہ اسلامیہ نئی دلی

باب (۱)

ہندستان کا جغرافیہ اور کرداری خصوصیات

ہندستان کا حدود اربعہ اور قدرتی حصے :۔ دنیا کے سات بڑے ملکوں میں ہندستان کا شمار ہوتا ہے۔ پھیلاؤ کی وجہ سے اس کو ایک چھوٹا برّ اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ نقشے میں اس کی شکل ایک مثلث سے ملتی جلتی ہے۔ یہ ملک شمال میں ہمالیہ پہاڑ اور جنوب میں سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ یوں سمجھیے کہ جنوب میں راس کماری سے شمال میں کشمیر تک ۴ ° ۸ عرض البلد سے ۶ ° ۳۷ عرض البلد تک ۳۲۱۴ کلومیٹر اور مغرب سے مشرق تک ۷ ° ۶۸ طول البلد سے ۲۵ ° ۹۷ طول البلد تک ۲۹۳۳ کلومیٹر اس کا پھیلاؤ ہے۔ سمندری حدود (SEA COAST) کی لمبائی (لکش دیپ اور انڈومان نکوبار کے جزیرے بھی شامل ہیں) ۵۶۸۹ کلومیٹر اور خشکی کے حدود (LAND FRONTIER) کی لمبائی ۱۵۲۰۰ کلومیٹر ہے۔ ہندستان کا کل رقبہ ۳۲،۸۷،۲۶۳ اسکوائر کلومیٹر ہے [1]

تاریخ ہند کی کرداری خصوصیات

قومیت :۔ کسی بیرونی ملک میں اگر کوئی کسی ہندستان کے رہنے والے سے یہ پوچھے کہ اس کی قومیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہی ملتا ہے کہ وہ ہندستانی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہندو، مسلم، سکھ یا عیسائی نہیں بتاتا۔ ظاہر ہے کہ قومیت کا تصور وطن سے

جڑا ہوا ہے۔ "قوم" وطن سے بنتی ہے جیسے عرب سے عربی، ایران سے ایرانی، روس سے روسی، چین سے چینی وغیرہ۔

لڑکپن میں وطن کا تصوّر محدود ہوتا ہے۔ لوگ جس شہر، قصبے یا گانو میں پیدا ہوتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں اس کی حدود کو ہی اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ مگر پڑھ لکھ کر اور شعور کی منزل میں داخل ہو کر ہم اپنے ملک اور اس کے پورے کلچر سے وابسطہ ہو جاتے ہیں تمام افراد، رنگ، نسل، مذہبی گروپ اور مذہب کی رنگا رنگی کے باوجود ایک اکائی بن جاتے ہیں۔ قومیّت کا یہی اعلا تصوّر ہے۔

رجعت پسندی :۔۔۔۔ دنیا کے سارے مذہب انسان اور سماج کی بہبود کا پیغام دیتے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ غیر صحت مند رسموں اور روایتوں نے جڑ پکڑ لی۔ اصلی مذہبی تعلیم کو بھلا دیا گیا۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ اس خرابی کے سب سے بڑے ذمہ دار موقع پرست عالم ہیں اور حکمراں طبقہ! ادھر مذہب کی ناکافی معلومات رکھنے والے پروہتوں اور مذہبی رہنماؤں نے بھی عوام میں گمراہی پھیلائی ہے۔ سماجی کٹرپن، بھاو بھید اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ رواداری، فراخ دلی اور روشن خیالی اور اتحاد جیسی بہتر انسانی اقدار کے خلاف مہم جاری ہے۔ لیکن سائنسی دور میں دقیانوسی خیالات کی کوئی گنجایش نہیں۔ رجعت پسندی ایک لعنت ہے۔

اصل یہ ہے کہ تقسیم ذات (برہمن، چھتری، ویش، شودر) نے سماجی زندگی اور ملک کی ایکتا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

گوتم بدھ اور مہاویر جین نے انسانی مساوات، اہنسا، امن اور فلاح و بہبود کا راستہ دکھایا تھا۔ مگر اس کو کیا کیجیے کہ زمانے کی رفتار کے ساتھ غیر صحت مند روایتیں داخل ہو گئیں اور لوگوں نے اصل تعلیم کو بھلا دیا۔

ہندستان میں سیکولر روایتیں :۔۔۔۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں سیکولرزم کو ایسا اصول مانا گیا ہے جس سے زندگی میں خوشحالی اور بہبود کا رنگ آتا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیمبرج ڈکشنری کے مطابق سیکولرزم سے مراد ایسے سماج سے ہے جہاں ریاست، اخلاقیات، اور تعلیم کو مذہب سے آزاد رکھا جائے۔[۵]

جدید دور میں سیکولرزم کا تصور یورپ میں نشاۃِ ثانیہ، مذہبی اصلاحی تحریکوں، سائنس کی ایجادات اور صنعت وحرفت کی ترقی سے پروان چڑھا۔ دراصل وسط اُنیسویں صدی عیسوی میں سیکولرزم کی باقاعدہ وضاحت ملتی ہے۔

"GEORGE JACOB HOLYOAKE, WHO INCIDENTLY COINED THE WORD SECULARISM IN 1850, ADVOCATED A SECULARISM WHICH IS ACCOMMODATIVE OF RELIGION, WHILE JOSEPH BRA-DLAUGH, HIS CONTEMPORARY, BELIEVED IN A SECULARISM WHICH TOTALY REJECTS RELIGION AND MAKE SCIENCE ITS DEITY". [۳]

آج جب ہم سیکولرزم کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے سیکولرزم کے کئی نظریے آتے ہیں۔ مثلاً ایم۔ این رائے کے مطابق سماج میں مذہب کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ یعنی انسان مذہب کی مدد کے بغیر ایمانداری اور سچائی سے نیک زندگی گزار سکتا ہے۔ تو پھر اچھائی پر مذہب کی برتری کیوں [۴] پنڈت نہرو کی رائے میں جب تک ہندستان کا کلچرل ماحول نہیں بدلتا اس وقت تک سیکولرزم ناممکن ہے۔ پنڈت نہرو کا خیال ہے کہ سیکولرزم سائنسی دور کی دین ہے وہ کہتے ہیں کہ مذہب کو بھی اب ایک نئے انداز سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر مذہب، عقیدے اور رسومات کو رد کر کے محض زندگی کی اعلا قدروں پر زور دے تو سائنس، مذہب اور سیکولرزم میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اُن کے نزدیک سیکولرزم ایک ایسا آئیڈیل ہے جس کو حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اسمتھ کہتے ہیں کہ ہندو مذہب میں شروع ہی سے رواداری کی روایت پائی جاتی ہے۔ شروع ہی سے انفرادی طور پر روحانی تجربے اور زندگی گزارنے کی آزادی ہے۔ مفکرین کا ایک حلقہ یہ یقین رکھتا ہے کہ ایک مذہبی سماج ہونے کے باوجود ہندستان میں سیکولرزم پروان چڑھنے کی صلاحیت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قدیم دور میں مہاویر جین اور گوتم بدھ کی سیکولر تعلیم پھیلی۔ ہندوؤں نے شروع ہی سے مذہبی اور دنیاوی کاموں کو الگ رکھا۔ البتہ ہندو مذہب کی ذات پات کی تقسیم سیکولرزم کی راہ میں رکاوٹ رہی ہے۔[۵]

جب ہم سیکولرزم کا مقصد متعین کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس

معاملے میں قدیم اور جدید دور میں تھوڑی بہت یکسانیت ضرور ہے۔ خصوصاً سیکولرزم کے لازمی عناصر میں چند عنصر قدیم دور کی سماجی زندگی میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے رواداری، انفرادی آزادی، انسانی برابری اور بھلائی کے تصورات وغیرہ۔

عالم خوندمیری کا خیال ہے کہ سیکولرزم صرف جمہوری نظام سے وابستہ ہے[۳]۔ اس کے برعکس ڈی، کے سنہا کا خیال ہے کہ جمہوری نظام میں سیکولرزم کا ہونا تو لازمی ہے مگر جمہوریت اور سیکولرزم یکساں نہیں سمجھے جا سکتے۔ محمد غوث کا خیال ہے اکثر مطلق العنان حکومتیں اپنے رویے اور پالیسی میں سیکولر ہو سکتی ہیں۔ ان کے نزدیک سیکولرزم کا بنیادی عنصر رواداری ہے۔ "THE SPIRIT OF TOLERATION IS THE FOUNDATION OF THE THEORY OF SECULARISM". [۵]

چنانچہ رواداری کی روایت قدیم اور عہدِ وسطیٰ میں بھی پائی جاتی ہے۔

کینٹویل اسمتھ سیکولرزم کی تین قسمیں بتاتے ہیں۔ اوّل مغربی تصور جس کے تحت اسٹیٹ اور چرچ اپنے اپنے دائرے میں آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ دوم ہندو سیکولرزم (یا ہندسیکولرزم) جس کے تحت تمام مذاہب کو یکساں طور پر پھلنے پھولنے کی آزادی ہونی چاہیے اور تیسرا تصور قومی سیکولرزم کا ہے جس کے مطابق ملکی اور قومی مفاد کو زندگی کے کچھ معاملات پر ترجیح دی گئی ہے۔ اس قومی سیکولرزم کے تحت حکومت کا کوئی مذہب نہیں اور نہ ہی حکومت مذہبی بنیاد پر امتیاز کر سکتی ہے۔ حکومت کی نظر میں تمام مذہب برابر ہیں۔ حالانکہ کسی کے مذہب میں مداخلت کرنا بھی سیکولرزم کے اصول کے خلاف ہے۔ مگر دستورِ ہند میں حالات کے پیشِ نظر مداخلت کے حقوق محفوظ ہیں[۶]۔

قدیم ہند میں تاریخ نویسی: ــــــــ اس زمانے میں تاریخ نویسی کا باقاعدہ شعبہ نہیں ملتا۔ اس دور کے سماجی، مذہبی، ثقافتی اور اقتصادی حالات سے تاریخ کو سمجھا جا سکتا ہے۔ چندر گپت موریہ کے زمانے میں تاریخی ماخذ نظر آتے ہیں۔

قدیم ہند کے تاریخی ماخذ کی دو قسمیں ہیں، اوّل تحریری ماخذ جن میں مذہبی اور ادبی کتابیں نیز غیر ملکی تصانیف شامل ہیں۔ دوسرے ماخذ میں آثارِ قدیمہ کتبے سکے اور عمارتیں شامل ہیں۔

مذہبی ادب سے ہمیں زیادہ تر آریوں کے مذہب اور تہذیب و تمدن کا پتا

چلتا ہے۔ وید، برہمن، اپنشد، ویدانگ، کلپ سوتر، سمرتی، رزمیہ نظمیں، راماین اور مہابھارت پُران، ڈرامے، بدھ اور جین مذہب کی کتابیں، لنکا کی پالی تاریخیں' پادونشا، مہاونشا جینوں کی مقدس کتاب بارہ انگ' بھدر کی جین کلپ سوتر یہ تمام ادبی سرمایہ اپنے اپنے دور کی مذہبی اور سماجی زندگی کی عکّاسی کرتا ہے۔ کالی داس کے ڈرامے بینی اور پتنجلی کی گرامر کی کتابیں۔ کوٹلیہ کا ارتھ شاستر اور پھر چندر گپت ہی کے زمانے میں سیّاحوں اور سفیروں کے سفرنامے مختلف دور کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

دراصل بان بھٹ کے " ہرش چرتر " سے تاریخ نویسی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسی انداز پر سندھیاکرندن نے رام چرتر اور چندر بردائی نے پرتھوی راج راسو لکھی۔ لیکن ان میں قصیدہ گوئی اور مبالغہ آرائی کا عنصر بہت پایا جاتا ہے۔ باقاعدہ طور پر ۱۲ ویں صدی عیسوی میں کلہن نے تاریخ کی کتاب " راجترنگنی " لکھی یہ کشمیر کی تاریخ ہے۔

عہد قدیم میں مستند تاریخ کی کتابوں کی کمی کو کسی حد تک غیر ملکی تصانیف پورا کر دیتی ہیں۔ ہندستان کا پہلا حوالہ یونان کے پہلے مشہور مورّخ ہیروڈوٹس کے یہاں ملتا ہے۔ لیکن وہ ہندستان کے صرف وحشی قبیلوں کا تذکرہ کرتا ہے جو ایران کی سرحد پر رہتے تھے۔ اس کے بعد یونان اور روم کے کئی مورّخوں نے ہندستان پر سکندر کے حملے کا تذکرہ کیا ہے۔ چندر گپت کے زمانے میں یونان کا سفیر میگستھینز ہندستان آیا۔ ہندستان کے بارے میں اس کی مستند کتاب " انڈیکا " ہے اس میں چندر گپت کے دور کی مفید معلومات درج ہیں۔ چینی سیّاحوں کے سفرنامے بھی ہندستان کی تاریخ مرتب کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ فاہیان کے سفرنامے فو۔کیو۔کی ———— سے چندر گپت دوم وکرما دیتہ اور اس کے دور کے حالات کا پتا چلتا ہے۔ دوسرے چینی سیّاح ہیون سانگ کی کتاب " سیو کی ———— میں ہرش کے دور کی پوری معلومات ملتی ہیں۔

محمود غزنوی کے دور کا ایک بڑا عالم ابوریحان البیرونی ہندستان آیا۔ اِس نے یہاں رہ کر علم حاصل کیا۔ اور ہندستان کے جغرافیائی اور مذہبی حالات کو اپنی مشہور کتاب " کتاب الہند " میں لکھا ہے۔ عرب مورّخین البلادری اور المسعودی بھی ہندستان آئے اور انھوں نے اپنی کتابوں میں ہندستان کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔

آثار قدیمہ میں مختلف زبانوں میں بادشاہوں کے فرمان پتھروں، چٹانوں،

ستونوں اور تانبے کی پلیٹوں پر مل جاتے ہیں۔ کھدائی سے دستیاب سکّوں سے بھی مختلف دور کے حالات کا پتا چلتا ہے۔ دکنی ہند میں ۲ ویں صدی عیسوی کے روم کے سکّے دستیاب ہوئے ہیں۔ اسی سے پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں روم اور ہندستان کے درمیان تجارت ہوتی تھی عمارتوں میں محل، استوپ، خانقاہیں اور مندر اسی زمانے کی کلا، ثقافتی زندگی اور مذہبی رجحانات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حوالہ باب نمبر ۱

۱۔ انڈیا ۱۹۸۴ء ریفرینس اینوئل، ص۔ ۱

۲۔ وی۔ کے سنہا، (اڈیٹر) سیکولرزم ان انڈیا، (دہلی۔ ۱۹۷۳ء)، ص ص۔ ۱۔ ۵، ۱۴۴۔ ۱۴۶

۳۔ ایضاً، ص۔ ۱

دی ٹائمس آف انڈیا۔

۴۔ سنہا، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۸۔ ۳۵، ۱۴۴۔ ۱۵۶

۵۔ محمد غوث، سیکولرزم، سوسائٹی، اینڈ لا ان انڈیا (دہلی۔ ۱۹۷۳ء) ص ص۔ ۳۔ ۱۴۔

۶۔ سنہا، مذکورہ بالا، ایضاً

۷۔ سنہا، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۱۔ ۱۴۔

۸۔ سنہا، مذکورہ بالا، ایضاً

باب ۔ (۲)

ابتدائی دور اور وادیِ سندھ کی تہذیب

یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری نسل کا پہلا آدمی کب، کیسے اور کہاں پیدا ہوا؟ ۔

چین کے ایک عالم پئی (PEI) نے ۱۹۲۵ء میں "پیکنگ مین" (PEKING MAN) کو پہلا آدمی قرار دیا ہے اور عمر ..... ۵ پانچ لاکھ سال بتائی ہے۔ ہالینڈ کے ایک سرجن نے ۱۸۹۴ء میں "جاوا ایپ مین" JAVA APE MAN کو پہلا آدمی بتایا اور اتنی ہی عمر مقرر کی۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ "ہیڈل برگ مین" (HEIDELBERG MAN) انسان سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ یہ تین لاکھ برس پرانی بات ہے۔ ۱۹۱۱ء میں انگلینڈ کے سسکس کے علاقے میں پلٹ ڈاون مین PILTDOWN MAN کی کھوج ہوئی جو انسان کی شکل سے بہت ملتا جلتا تھا ۔ اس کی عمر ایک لاکھ پچیس ہزار سال قبل مقرر کی گئی۔

اسی طرح "نینڈرتھل مین" (NEANDERTHAL MAN) جس کے ڈھانچے فلسطین، آسٹریا اسپین، فرانس، جرمنی اور بیلجیم میں پائے گئے ہیں۔ آدمیوں کی شکل سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ اس کی مدت ایک لاکھ سال مقرر کی ہے۔ اسی طرح "کرو ماگنن مین" بھی آدمی کی شکل سے بہت کچھ ملتا ہے[۱]

ایس۔ آر کے۔ چوپڑا نے دلّی یونی ورسٹی کے سمپوزیم میں اپنا مقالہ پڑھا اور ثابت کیا کہ حیوان سے انسان کی شکل میں آنے کا واقعہ ایشیا خصوصاً ہندستان میں ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ شوالک کی پہاڑیوں کی کھدائی میں کچھ ڈھانچے دستیاب ہوئے ہیں جو انسان کی شکل

سے ملتے جلتے ہیں۔ ؎۵

ہند کی قدیم آبادیاں:۔ کچھ مورخین کے نزدیک آریہ ہی ہندستان کے قدیم باشندے تھے۔ مگر موہن جوداڑو اور ہڑپہ کی کھدائی سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ وادیِ سندھ کے لوگ صرف دراوڑ نسل ہی کے تھے۔ وہاں جو انسانی ڈھانچے کھدائی میں ملے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان شہروں میں دیگر نسلوں کے لوگ بھی رہتے تھے۔

انڈو آرین: انڈو آرین شمال مغربی دروں کو پار کر کے سندھ اور پنجاب میں داخل ہوئے۔ وہاں سے کشمیر اور راجستھان میں آکر بس گئے۔ اُن کا قد لمبا، رنگ گورا اور آنکھیں بڑی تھیں۔

آریو دراوڑ:۔ شمال مغربی راستوں سے داخل ہو کر پنجاب میں بسے اور پھر بعد کو اُتر پردیش، بہار اور راجستھان میں پھیل گئے۔ یہ لوگ آریہ اور دراوڑ نسل کے ملاپ سے پیدا ہوئے۔ ان کا رنگ سانولا، قد میانہ، ناک نہ زیادہ چوڑی نہ زیادہ لمبی۔

سائتھو دراوڑ:۔ یہ قوم ستھیئن اور دراوڑ نسلوں کے ملاپ کا نتیجہ تھی۔ یہ لوگ مہاراشٹر اور وسط ہند سے ہوتے ہوئے بنگال میں بھی جا بسے تھے۔ ان کا قد آریوں کی بہ نسبت چھوٹا، سر زیادہ لمبا اور ناک چھوٹی تھی۔

منگول دراوڑ:۔ یہ لوگ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے کچھ حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ قوم دراوڑ اور منگول کے ملاپ سے پیدا ہوئی۔ ان کا رنگ کالا، سر چوڑا، ناک اور قد میانہ اور چہرے پر بال بھی تھے۔

منگول:۔ یہ لوگ ہمالیہ، نیپال، بھوٹان، آسام اور برما میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ کالا زردی مائل، قد چھوٹا اور چہرہ چپٹا ہوتا ہے۔ چہرے پر بال کم ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں چھوٹی اور کچھ ترچھی سی ہوتی ہیں یہ لوگ چین کے منگول فرقہ کی نسل سے ہیں منگولوں کے کچھ گروہ تبت کے راستے سے برہمپتر کی وادی میں داخل ہوئے۔ اور پھر ہندستان پہنچ گئے۔ بعض گروہ برما کے راستے سے دریائے سیکانگ اور اراودی ہوتے ہوئے ہندستان میں داخل ہوئے تھے۔

دراوڑ:۔ یہ لوگ جنوب میں جزیرۂ لنکا سے شمال میں دریائے گنگا تک پھیلے

ہوئے ہیں۔ خاص طور سے مدراس، حیدرآباد، مدھیہ پردیش اور چھوٹا ناگپور میں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ آریوں کے آنے سے پہلے دراوڑ ہی ہندستان کی سب سے بڑی قوم تھی۔ کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ دراوڑ جنوبی سمندر سے ہندستان میں داخل ہوئے۔ لیکن زیادہ تر مورخین کی یہ رائے ہے کہ یہ لوگ بھی دوسری قوموں کی طرح شمال مغربی درّوں سے ہندستان میں داخل ہوئے۔ یہ آج کل زیادہ تر دکن میں پائے جاتے ہیں۔

ہند کا ابتدائی اشتمالی دور : ــــــ ہند کی قدیم تہذیب بھی مصر، یونان، ہمیریا، اور روم کی طرح ارتقائی دور سے گزری ہے۔ اشتمالی دور دنیا کی تقریباً تمام تہذیبوں میں داخل رہا ہے۔ چنانچہ ہندستان کی قدیم تہذیب پہلے پتھر کے قدیم دور، پتھر کے جدید دور اور پھر تانبے اور لوہے کے ادوار سے گزر چکی ہے۔ اس لیے تمام تہذیبوں کے ابتدائی دور کے کردار اور خصوصیات میں یکسانیت نظر آتی ہے۔ اس دور کے لوگوں میں طبقاتی اور مذہبی تفریق نہ تھی۔ زندگی میں مساوات کا عنصر تھا۔ سادہ مذہب اور سادہ رہن سہن تھا۔ ضروریات بہت کم اور لوگ اشتراکیت کی زندگی گزارتے تھے۔

پتھر کا قدیم دور : (۱۵۰۰۰ ق م) ــــــ تاریخ میں پتھر کا قدیم دور ہند کا پہلا دور مانا جاتا ہے۔ لوگ نیم وحشی زندگی گزارتے تھے۔ وہ درختوں کے نیچے یا غاروں میں رہتے تھے۔ اپنے جسم کو پتّوں سے ڈھانک لیتے تھے۔ یا جانوروں کی کھال پہن لیتے تھے اور جانوروں کا شکار ان کی خوراک تھی۔ وہ لوگ پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کرنا جانتے تھے۔ اس دور کے کچھ ہتھیار وسط ہند اور دکن میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کا رنگ سیاہ بال گھنے اور قد چھوٹا ہوتا تھا۔ لیکن آج کل اس نسل کے لوگوں کا کوئی پتا نہیں ملتا[۳]

پتھر کا جدید دور : (۱۰۰۰۰ ق م تا ۷۰۰۰ ق م) ــــــ ہزاروں سال کے بعد انسانی تہذیب کا ایک دور شروع ہوا۔ اس کو پتھر کا جدید دور کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی پتھروں ہی کے ہتھیار بناتے تھے مگر وہ نفیس اور عمدہ ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنے مکان بھی بنا لیتے تھے۔ کھیتی باڑی بھی کرتے تھے۔ جنگل کے پھل، دودھ، دہی، شہد اور جنگلی اناج اُن کی غذا تھی۔ وہ مٹی کے برتن بنانا اور پہاڑوں پر نقش کندہ کرنا جانتے تھے۔ پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ اس دور کے ہتھیار بنگال، چھوٹا ناگپور، گجرات اور دکن میں پائے گئے

تانبے کا دور: ــــ تانبے کا دور انسانی تہذیب کی ترقی کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس دور
....۴۰۰۰ ق۔ م میں تانبے کا استعمال زیادہ ہوا۔ اسی لیے اس کو تانبے کا دور
کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دراوڑ نسل کے تھے، دھات کا استعمال بخوبی جانتے تھے۔ اسی کے
اوزار بناتے تھے۔ لیکن لوہے کا استعمال ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ ان کے برتن اعلا قسم کے
ہوتے تھے۔ دریاؤں اور نہروں سے آبپاشی کرتے تھے۔ عمدہ قسم کے مکان اور قلعے بھی
بنانا جانتے تھے۔ ویدوں میں ”پُورا“ اور ”دُرگ“ (شہر اور قلعوں) کا ذکر ملتا ہے۔ داسیو
یعنی دراوڑوں نے انھیں تعمیر کیا تھا۔ قدیم تامل ادب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ دکن
میں بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ دراوڑ لوگ گانو اور شہروں میں حکومت قائم کرکے رہتے
تھے۔ کالی مائی اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کو خوش کرنے کے لیے
انسانوں کی قربانی بھی کرتے تھے۔ اپنے مُردوں کو صندوق میں بند کرکے دفن کرتے
تھے۔ سماج میں عورتوں کی بہت عزت تھی۔ ڈاکٹر ایل۔ ڈی بارنیٹ دراوڑوں کو مادری
سوسائٹی کہتے ہیں۔

لوہے کا دور: ــــ دراوڑ لوگ ہندستان میں پہلے سے آباد تھے۔ اب شمال مغربی
....۱۰۰۰ ق۔ م درّوں سے ستھئین داخل ہوئے۔ اور دونوں کے ملاپ سے جو
قوم پیدا ہوئی وہ ساتھو دراوڑ نسل کہلاتی ہے۔ اصل میں دراوڑوں کی ترقی یافتہ تہذیب
کا ستھئین پر گہرا اثر پڑا اور وہ لوگ اس قوم کا جزو بن گئے۔ یہ لوگ مہاراشٹر، بنگال،
اور وسط ہند میں بھی جاکر بس گئے۔ چونکہ یہ لوگ لوہے کے اوزاروں کا استعمال بخوبی
جانتے تھے۔ اس لیے اس دور کو لوہے کا دور کہا جاتا ہے۔[۴]

وادیِ سندھ کی تہذیب: ــــ ۲۱-۱۹۲۰ء میں پنجاب کے ضلع مونٹگومری میں
....۳۰۰۰ ق۔ م ہڑپہ اور ۲۲-۱۹۲۱ء سندھ کے ضلع لڑکانہ میں
موہنجوداڑو کی کھدائی ہوئی اور یہ پتا چلا کہ آریوں کے آنے سے پہلے بھی ایک تہذیب
سندھ ندی کے کنارے پروان چڑھ رہی تھی۔ دراصل یہ تہذیب مصر، یونان اور سمیریا کی
تہذیبوں کی طرح پرانی تہذیب تھی۔ اس تہذیب کا زمانہ تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔
اس تہذیب کا زمانہ کالکولیتھک دور ...... بھی کہلاتا ہے اس دور میں پتھر کے جدید اور تانبے کے دور کی کرداری

خصوصیات ملتی ہیں۔

اس شہری تہذیب کے خاص خاص مرکز دریا کے کنارے پائے جاتے تھے۔ وادیِ سندھ اور سمیر یا (قدیم عراق) کے لوگوں کے درمیان گہرے تعلقات قائم تھے۔ عراق میں کچھ مقامات کی کھدائی میں ایسی مُہریں برآمد ہوئی ہیں جو موہن جوداڑو کی مُہروں سے ملتی جلتی ہیں۔ بلوچستان میں بھی تاریخی آثار پائے گئے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وادیِ سندھ اور عراق کے درمیان مستقل طور پر تعلقات قائم تھے۔ اس زمانے میں آمدورفت زیادہ تر خشکی کے راستوں سے ہوتی تھی۔ کراچی کے ایک مقام "امری" کی کھدائی میں بھی اس قدیم تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ یہ آثار مشرق میں امبالہ تک پائے گئے ہیں۔ سرجان مارشل کی رائے میں یہ تہذیب گنگا کی وادی تک پھیلی ہوئی تھی۔ کھدائی میں جو انسانی ڈھانچے ملے ہیں ان سے یہ پتا چلا کہ اس تہذیب کے لوگ محض دراوڑ ہی نہیں بلکہ دوسری نسلوں کے لوگ بھی تھے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دراوڑ نسل کے لوگ زیادہ تعداد میں آباد ہوں۔

مُہریں : ـــــ موہنجوداڑو کی کھدائی میں کئی سو مُہریں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان مُہروں کا کیا استعمال ہوتا تھا، ابھی اس بات کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے۔ ان مُہروں پر جو زبان لکھی ہوئی ہے وہ ابھی تک پڑھی نہیں جا سکی۔ اس کے حروف تصویروں کے مانند ہیں، اور بابلی رسم الخط سے ملتے جلتے ہیں۔ ان مُہروں پر رسم الخط کے تقریباً ۳۹۶ نشانات ہیں۔ یہ زبان دائیں سے بائیں جانب لکھی ہوئی ہے۔ مُہریں چوکور اور لمبوتری ہیں۔ ہاتھی دانت اور مختلف پتھروں کی کی بنی ہوئی ہیں۔ کچھ مُہریں تانبے کی بھی ہیں۔ ان مہروں پر یونیکارن ـــــ بیل، ہاتھی اور چیتے کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ؎

مذہب : ـــــ وادیِ سندھ کے لوگوں کے مذہب کا اندازہ مُہروں، مورتیوں اور دوسری چیزوں سے کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں دیوی ماتا کی پوجا عام تھی۔ یہی پوجا اُس زمانے میں عراق اور مصر میں بھی ہوتی تھی۔ پھر شکتی کی پوجا شروع ہوئی۔ ایک تصویر ملی ہے گیان دھیان (مراقبہ) کا سماں ہے سر پر سینگ ہیں، چاروں طرف جنگلی جانور جمع ہیں۔ سرجان مارشل کی رائے میں یہ تصویر شیوجی کی ہے۔ اُس زمانے میں فیلوس ـــــ اور لِنگ کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ لوگ درختوں اور جانوروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ جانوروں میں یونی کارن (ایک سینگ کے گھوڑے کی طرح کا جانور) اور پیڑوں میں پیپل کی پوجا ہوتی تھی۔ یہ لوگ سورج کو طاقتور دیوتا

مانتے تھے۔ جادو ٹونوں پر بھی عقیدہ تھا۔ خود کو محفوظ رکھنے کے لیے تعویذ پہنتے تھے کئی مہروں پر بیل کی تصویر بھی پائی گئی ہے۔ لوگ اپنے مُردوں کو جلا کر راکھ کو دفن کرتے تھے۔ بعض مثالیں مُردوں کو دفن کرنے کی بھی ملی ہیں۔ ان سب باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہندو مذہب کی بنیاد وادیِ سندھ میں پڑ چکی تھی اور آریوں نے وادیِ سندھ کے لوگوں سے بہت کچھ سیکھا تھا۔

ٹاون پلاننگ (شہر اور عمارتیں): موہنجوداڑو کی کُھدائی میں جو کھنڈر ملے اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں شہروں کو ایک خاص اسکیم کے مطابق آباد کیا جاتا تھا۔ صفائی اور حفظانِ صحت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ سڑکیں سیدھی اور چوڑی ہوتی تھیں۔ چوڑائی ۹ فٹ سے ۳۴ فٹ تک ہوتی تھی۔ عمارتوں کا کوئی حصہ سڑکوں پر نکلا ہوا نہیں رہتا تھا۔ ہر سڑک پر ایک لیمپ اور ایک کنواں ہوتا تھا۔ مکانوں میں کھڑکیاں نہیں ہوتی تھیں۔ دروازے گلی کی طرف رکھے جاتے تھے۔ عمارتیں سادہ اور مختلف سائز کی بنائی جاتی تھیں۔ بعض عمارتیں کئی منزلہ بھی ہوتی تھیں۔ اس زمانے میں زیادہ تر عمارتیں پکّی اینٹوں کی بنائی جاتی تھیں۔ ہر مکان میں حمّام، گندے پانی کے نکاس کو نالیاں بنی ہوئی تھیں۔ سڑکوں کے کنارے پر بھی پختہ اینٹوں کی نالیاں بنی ہوئی تھیں۔ شہر کو کئی حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ جان اور مال کی حفاظت کے لیے پولیس کا انتظام تھا۔[۱۵]

حمّامِ اعظم: موہنجوداڑو کے کھنڈروں میں سب سے دلچسپ عمارت ایک بڑا حمّام ہے۔ جو پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ہے۔ یہ ۳۹ فٹ لمبا، ۲۳ فٹ چوڑا اور ۸ فٹ اونچا ہے۔ دیواریں کافی چوڑی ہیں تاکہ نمی اور سیل سے محفوظ رہیں۔ اِس حمّام میں داخل ہونے کے لیے ہر سمت میں ایک زینہ ہے اور اس کے نیچے ایک کُھلا ہوا چبوترا بھی بنا ہے۔ اس حمّام میں پانی نزدیک کے ایک کنویں سے آتا تھا۔ ٹھنڈے اور گرم دونوں طرح کے پانی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اِس کے نزدیک کمرے اور برآمدے بھی بنے تھے۔ حمّام میں گندے پانی کے نکاس کو پختہ نالیاں تھیں۔ اس حمّام کے شمال میں کئی اور حمّام بھی تھے۔ ان میں داخل ہونے کو الگ الگ زینے بنے ہوئے تھے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ موہنجوداڑو قدیم زمانے میں ایک خوشحال اور بارونق شہر تھا۔

لباس اور رسم و رواج: وادیِ سندھ کے زمانے کی کچھ مٹّی کی مورتیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ جن سے لوگوں کے لباس کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرد عام طور پر دو کپڑے

استعمال کرتے ہیں۔ ایک کم چوڑی دھوتی کمر کے گرد باندھ لیتے تھے اور ایک چادر بائیں کاندھے پر ڈال کر دائیں کاندھے کے نیچے سے نکالتے ہوئے اُس کا پلّو بائیں کاندھے ہی پر ڈال لیتے تھے۔ اس طرح اُن کا سیدھا ہاتھ بالکل آزاد رہتا تھا۔ برہنہ تصویروں سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ برہنہ رہتے تھے۔ عورتیں چادر اوڑھتی تھیں اور جسم کے نچلے حصّے پر چھوٹا سا کپڑا لپیٹ لیتی تھیں۔ لوگ جوتے نہیں پہنتے تھے۔ اِس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ یہ لوگ ریشم اور اُون بھی استعمال کرتے تھے۔ سوت کاتنے اور کپڑے بُننے کا فن سمیریا کے لوگ بھی جانتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تہذیبوں میں بہت سی باتیں ملتی جلتی تھیں۔

وادیِ سندھ کے لوگ سونا، چاندی، تانبا، ٹین اور جست کا استعمال جانتے تھے۔ لیکن لوہا استعمال نہیں کرتے تھے۔ عورت اور مَرد دونوں سونا، چاندی تانبے اور ہاتھی دانت کے زیور پہنتے تھے۔ یہ لوگ سر کے بالوں کی بہت احتیاط کرتے تھے۔ انھیں خوبصورتی سے بناتے تھے۔ یہ لوگ بٹن، آئینہ، کنگھا اور پاوڈر بھی استعمال کرتے تھے۔ جوا کھیلنے اور ناچ گانے کے شوقین تھے۔ شکار بھی کھیلتے تھے۔ بیلوں کی لڑائی دیکھنے کا بھی شوق تھا۔ یہ لوگ بیل، بھیڑ، سور، بھینس، ہاتھی اور اونٹ پالتے تھے۔

ہنر وفن :- وادیِ سندھ کے لوگوں نے ہنر وفن میں بھی بہت ترقی کی تھی۔ یہ لوگ مختلف قسم کے برتن اور کھلونے بناتے تھے۔ درختوں جانوروں اور چڑیوں کی تصویریں بناتے تھے۔ کبھی کبھی خوبصورتی کے لیے برتنوں پر ہاتھی دانت کا کام بھی کرتے تھے۔ موہنجوداڑو میں سونے کی سوئیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ ان کے کھلونوں پر مردوں، عورتوں اور جانوروں اور چڑیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ قدیم یونان کی طرح وادیِ سندھ کے لوگ بھی اعلا فنّی مہارت رکھتے تھے۔

یہ لوگ آمد ورفت کے لیے بیلوں کی گاڑی استعمال کرتے تھے۔ وہ آج کل کے یکّہ کی طرح ہوتی تھیں۔ ہتھیاروں میں چھری، تلوار، کلھاڑی، تیر کمان وغیرہ استعمال کرتے تھے اوزاروں میں آرے کا استعمال بھی ہوتا تھا۔

وادیِ سندھ کے لوگ زراعت کے فن سے بخوبی واقف تھے۔ یہ لوگ گیہوں، جو، کپاس اور کھجور کی کھیتی کرتے تھے۔ اس زمانے میں کشتی بنانے کا فن بھی ترقی پر تھا۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ قدیم سندھ میں کافی بارش ہوتی تھی۔ اس لیے آبپاشی کے کام میں

بہت آسانی تھی۔

زوال: ــــــ وادیِ سندھ کی تہذیب کیوں کر برباد ہوئی اس کا جواب تاریخ میں صحت کے ساتھ نہیں ملتا۔ ایک خیال یہ ہے کہ ابتدا میں وادیِ سندھ میں خوب بارش ہوتی تھی مگر بعد میں جغرافیائی حالات کی تبدیلی سے بارش کم ہونے لگی اور سندھ کا زرخیز صوبہ ریگستان بن گیا۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ آریوں یا دوسرے قبیلوں نے شمال مغربی درّوں سے ہندستان میں داخل ہو کر اس اعلا تہذیب کو برباد کر دیا۔[۷]

حوالہ باب نمبر ۲

۱۔ جے۔ ای۔ سوئین، اے ہسٹری آف ورلڈ سولیزیشن۔ ص ص۔ ۲۸۔ ۳۱۔

۲۔ ایس۔ آر۔ کے چوپڑا، پریمیٹ، دی نیو ریوولیوشن، دی اسٹیٹسمین، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء

۳۔ محمد مجیب، دنیا کی کہانی (نئی دلی۔ ۱۹۵۳ء) ص ص۔ ۱۳ تا ۹۸۔

۴۔ آر۔ ایس۔ ترپاٹھی، ہسٹری آف اینشینٹ انڈیا (دہلی۔ ۱۹۶۷ء) ص ص۔ ۱۱۔ ۲۸

۵۔ سیتارام کوہلی، ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے دفینہ خزانے (الہ آباد۔ ۱۹۴۵ء) ص ص۔ ۱۲۔ ۱۳، ۳۴۔ ۳۵، ۵۴۔ ۹۶

۶۔ نواب علی قریشی، تاریخ ہند (کانپور۔ ۱۹۴۵ء) ص ص۔ ۱۰۔ ۳۱

۷۔ ایضاً

باب - ۳

آریوں کی آمد اور سماجی زندگی

آریوں کا آبائی وطن :۔۔۔۔ آریوں کے آبائی وطن کے سلسلے میں کافی اختلاف رائے ہے۔ میکسمولر کا خیال ہے کہ آریوں کا اصل وطن وسط ایشیا تھا۔ بی۔ جی تلک رویدوں کے حوالے سے) آریوں کا وطن منطقہ یاردہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بتاتے ہیں۔ کچھ مورخین یہ کہتے ہیں کہ یہ شروع میں روس کے میدانوں میں رہتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تبت سے آئے تھے۔ بہرحال مورخین کی بڑی تعداد یہ رائے رکھتی ہے کہ آریہ وسط ایشیا سے درۂ خیبر کے راستے پنجاب اور سندھ میں داخل ہوئے۔ اِس سے پہلے انڈو آرین یوُرپ کے آریوں کے ساتھ جرمنی، آسٹریا، بوہیمیا اور ہنگری میں رہتے تھے۔ وہیں سے کچھ گروہ تو یوُرپ کے دوسرے ممالک کی طرف چلے گئے، اور کچھ ایشیا کی طرف آگئے۔ اور پھر یہ لوگ ایشیائی ممالک ایران، افغانستان اور ہندستان میں داخل ہوئے[1] پروفیسر محمد مجیب بڑے فیصلہ کن انداز میں کہتے ہیں کہ ” آریہ جسے اپنا آبائی وطن کہتے چلے آئے ہیں یعنی ہندستان، اصل میں ایک سرائے ہے جہاں بہت سے مسافر ٹھہر چکے ہیں۔ چنانچہ یہ بات یقینی ہے کہ ہماری بھارت ماتا آریہ نسل ہی کی ماں نہ تھی بلکہ بہت سے بچّوں کو پال چکی تھی[2]

تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل مسیح میں آریہ پنجاب اور سندھ میں داخل ہوئے۔ داسیو (دراوڑ) نسل کے قدیم باشندوں کو شکست دے کر اس ملک کے حاکم بن گئے۔

دراوڑوں کا جنگجو ” داسیو ،، گروہ اپنی شکست کے بعد دکن کی جانب چلا گیا، اور اسی نسل کے دوسرے گروہ ” داس ،، نے آریوں کی ماتحتی قبول کر لی، اُن کی خدمت کرنا

منظور کر لیا اور وہیں رہتے رہے۔

آریوں کی سماجی زندگی: بقول ہاشم آریوں کی سماجی زندگی کی بنیاد دھرم اور کرم کے اصول پر ہے۔ دھرم کا مطلب یہ ہے کہ فرد، خاندان، ذات اور سماج کے دائرے کے اندر اچھے عمل کرے، یعنی بھگوان کی پوجا کرے، سچ بولے، والدین اور بزرگوں کی عزت کرے۔ اپنے خاندان کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے نبھائے۔[۲]

تقسیم ذات: رگ ویدی دور میں رنگ کی بنیاد پر سماج کو چار ورنوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ تقسیم پیدائشی نہیں تھی، ورن کی مطابقت سے کاموں کی تقسیم کر دی گئی تھی۔ فرد اپنی مرضی اور صلاحیت کے مطابق کوئی سا بھی کام کر سکتا تھا۔ بلکہ ایک فرد ایک وقت میں کئی کئی کام کرتا تھا۔ چنانچہ علم کی درس وتدریس کا کام کرنے والے برہمن کہلاتے تھے۔ ملک کی حفاظت اور حکمرانی کرنے والے لوگ چھتری کہلاتے تھے۔ زندگی کی ضروریات کا سامان مہیا کرنے والے ویش کہلاتے تھے۔ غیر آریوں کو شودر کہا جاتا تھا۔ وہ دوسرے طبقوں کی خدمت کرتے تھے۔ شودروں کو چھوڑ کر دوسرے ورنوں میں زیادہ سماجی بھید بھاؤ نہیں تھا۔ لیکن ویدی عہد کے آخری زمانے میں ورنوں کو ذات پات میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ذاتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو چار ذاتوں سے یہ تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔ منو شاستر نے ذات پات کی بنیاد پر سماجی تفریق کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ شودر ذات میں سے ایک ذات اور پیدا ہو گئی یعنی "اچھوت"۔ بقول پروفیسر محمد مجیب اس کی بدولت سماج ایک ایسا مضبوط قلعہ بن گیا جسے اب تک کوئی فتح نہ کر سکا۔ اس کی بدولت ہزاروں اور لاکھوں آدمی اچھوت بنا کر جانوروں سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل کر دیے گئے۔[۳]

شودر: شودر کا ایک گروہ نساد یا چنڈال کہلاتا تھا۔ یہ لوگ شہر کے باہر رہتے تھے آریوں کے مشہور مفکر گوتم نے انھیں "انتیا" یا "باہیا" لکھا ہے جس کا مطلب ہے وہ لوگ جو شہر کے باہر رہتے ہوں۔ ڈاکٹر امبیدکر کا خیال ہے کہ جن لوگوں نے گائے کا گوشت کھانا بند نہیں کیا انھیں برہمن بہت نفرت کی نظر سے دیکھنے لگے اور انھیں شہر کے باہر رہ کر ذلیل کام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بقول رام شرن شرما، دراصل آریوں اور ان قدیم آبادیوں کے رہن سہن اور کلچر میں بہت فرق تھا۔ ان پچھڑے قبیلوں کو آریوں نے اچھوت قرار دیا۔ اس بیجا سلوک کی وجہ سے شودروں کی اقتصادی حالت بھی بہت خراب ہو گئی۔[۵]

گوتم بدھ نے شودروں اور اچھوتوں کی حالت میں سدھار لانے کی کوشش کی انھوں نے ذات پات کے فرق کو دور کیا۔ اُن کے نزدیک کسی بھی ذات کا شخص نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور ہر ایک کو علم حاصل کرنے کا حق ہے۔

ایک اچھوت ڈاکو انگلی مال، گوتم بدھ کا پیرو بن گیا تھا۔ گوتم بدھ کو شودر یا اچھوت کے یہاں کھانا کھانے سے کوئی پرہیز نہ تھا۔ جین مت میں بھی ذات پات کا فرق نہیں تھا۔ ہری سین نام کا ایک اچھوت مشہور جینی معلّم تھا۔ وہ برہمنوں کو تعلیم دیتا تھا۔ مہاویر جین کی پہلی شاگرد عورت اچھوت تھی۔[۶]

خانگی زندگی :- ویدی سماجی تنظیم کی اہم اکائی گئمبھ یا خاندان تھا۔ اس زمانے میں مشترک خاندان کا طریقہ رائج تھا۔ ایک خاندان میں تینتس افراد سے لے کر چالیس افراد تک ہوتے تھے۔ تمام لوگ، دادا، دادی، ماں، باپ، چچا، تاو بھائی وغیرہ ساتھ رہتے تھے۔ گھر کا بزرگ خاندان کا سربراہ ہوتا تھا۔ خاندان کی تمام جایداد، دھن، دولت پر اسی بزرگ کا اختیار تھا۔ سب لوگ اس کے حکم کو مانتے تھے۔

رگ وید میں سماجی زندگی کے تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ اور کام۔ دھرم کو فوقیت حاصل ہے۔ خدا کی عبادت، نیک اعمال اور دھرم کے پالن پر زور دیا گیا ہے، سماجی زندگی کا دوسرا مقصد خاندانی زندگی کو خوشحال بنانا اور فروغ دینا ہے۔ عیش وعشرت کی زندگی گزارنا تیسرے درجے کا مقصد ہے۔ ان تینوں مقاصد کو حاصل کرنے کی جستجو میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن اہمیت کے خیال سے ان کے حصول میں توازن رکھنے میں نجات ہے۔[۷]

آشرم :- ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر فرد کو چار منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اوّل برہمچریہ آشرم، یعنی ۲۴ سال کی عمر تک گرو کے ساتھ رہ کر علم حاصل کرنا، دوم ۲۵ سال کی عمر میں شادی کر کے گرہست کی زندگی بسر کرنا۔ سوم ۴۸ سال کی عمر میں گرہست تیاگ کر وانپرست آشرم میں درس وتدریس کا کام کرنا۔ چہارم آخر عمر میں سنیاس آشرم کے تحت بنواس لینا۔[۸]

آریوں میں خاندان کا سربراہ مرد ہوتا تھا۔ عورتوں کا جایداد میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ شادی کے مختلف طریقے رائج تھے۔ مرد عورت ایک دوسرے کو پسند کر کے شادی کر سکتے تھے۔ ویدی دور میں پردے کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے مرد عورت آسانی سے مختلف جگہوں پر مل سکتے تھے۔ ویدی عہد کے آخری دور میں سوئمبر رچا کر شادی کا طریقہ شروع

ہوا جو خصوصاً حکمراں خاندان میں رائج تھا۔ قدیم دور میں مشترک شادیوں کا رواج تھا۔ مرد کے انتقال کے بعد عورت شوہر یا والدین کے گھر رہ سکتی تھی۔ ویدی دور میں ستی کی رسم کا رواج نہیں ہوا تھا۔ استری دھن خرچ کرنے کا صرف عورت کو حق تھا۔ اس طرح دھیرے دھیرے عورت کی حیثیت میں کافی تبدیلی آئی۔ [۹]

حوالے باب نمبر ۳

۱۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۶۔ ۳۱

آر۔ سی۔ مجومدار (اڈیٹر) دی ویدک ایج، ص ص۔ ۲۰۱۔ ۲۱۱

۲۔ مجیب مذکورہ بالا، ص۔ ۹۴

۳۔ اے۔ ایل۔ باشم، آسپیکٹس آف اینشینٹ انڈین سویلیزیشن (نئی دلی۔ ۱۹۲۰ء) ص ۵

۴۔ مجیب، مذکورہ بالا، ص۔ ۳۹

۵۔ آر۔ ایس۔ شرما، شودراز ان اینشینٹ انڈیا ص ص۔ ۱۵، ۶۱۔ ۷۹، ۱۳۰۔ ۱۳۴

۶۔ ایضاً

۷۔ باشم، ایضاً، ص ص۔ ۸۔ ۱۰

۸۔ قریشی، ایضاً، ص ص۔ ۳۲۔ ۷۵

۹۔ اے۔ این نندی، "فیملی اینڈ انہیرٹینس ان ارلی ساؤتھ انڈیا"، انڈین ہسٹری کانگریس پروسیڈنگس (جادو پور۔ ۱۹۷۴ء) ص ص، ۲، ۷۔ ۷۴

ایچ۔ ایس۔ ستیارتھی، "سم آسپیکٹس آف استری دھن ان پوسٹ مورین انڈیا"، انڈین ہسٹری کانگریس پروسیڈنگس، (چنڈی گڑھ۔ ۱۹۷۳ء) ص ص۔ ۱۱۴۔ ۱۱۸

باب (۴)

قدیم ہند کے اقتصادی حالات

زراعت :- آریوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ رگ ویدی دور میں جو شخص جس زمین کے حصّے کی خودرو گھاس صاف کرکے کھیتی کرتا تھا وہی اس زمین کا مالک ہوتا تھا۔ اس زمانے میں جَو اور گیہوں کی کھیتی کی جاتی تھی۔ زمین کی سینچائی کنویں اور نہروں سے کی جاتی تھی۔ دوسرا اہم پیشہ مویشی پالنا تھا۔ مویشیوں میں بیل اور گائے کی بہت اہمیت تھی۔ جس کے پاس زیادہ گائیں ہوتی تھیں وہی سب سے زیادہ مالدار سمجھا جاتا تھا۔ وہ لوگ ضرورت کی چیزیں خود بنا لیتے تھے اور آپس میں تبادلہ کر لیتے تھے۔ بڑھئی چارپائی، میز اور کرسیاں بناتے تھے۔ لُہار زراعت کے لیے پھاوڑا درانتی، ہل کا پھالا وغیرہ اوزار بناتے تھے، کمہار مٹّی کے برتن بناتے تھے۔ سوت کاتنے اور بننے کا کام بھی وہ لوگ کر لیتے تھے۔ سُنار زیورات بناتے تھے۔ کچھ لوگ تعلیم کا کام کرتے تھے۔ یہی لوگ مذہبی رسمیں بھی ادا کرتے تھے۔ جڑی بوٹی سے علاج اور بھوت پریت کا اثر دور کرنے کا کام کرتے تھے۔ خوراک میں سبزی، دودھ، گھی، دہی، گنّا وغیرہ شامل تھے۔ سُرا اور سوم رس بھی استعمال کرتے تھے۔ تجارت میں اشیا کا تبادلہ اشیا سے ہوتا تھا جس کو بارٹر کا طریقہ کہتے ہیں۔

ویدوں کے دوسرے دور اور مابعد ویدی دور میں زراعت کے پیشے کی بہت ترقی ہوئی۔ آریہ باقاعدہ طور پر ایک جگہ رہ کر زراعت کرنے لگے۔ شودر ذات کے لوگ بھی زراعت کرنے لگے۔ رگ ویدی دور کی سادگی کے ساتھ آزادی بھی ختم ہوگئی۔ اور زمین پر مالکانہ حقوق ثابت کرنے کے لیے کسی ثبوت یا دستاویز کی ضرورت ہونے لگی۔

برہمنی قانون (برہسپتی اور نارد) کے مطابق اگر کوئی شخص کسی زمین کو تیس سال سے جوتتا چلا آرہا ہو تو اس کو اس زمین کا مالک مانا جاتا تھا۔ منو کے مطابق زمین کا مالک وہ ہے جس کو اپنی زمین گروی رکھنے، بیچنے اور وراثت میں اور تحفے میں دینے کا حق ہو۔ آر۔ جی باسک کا خیال ہے کہ زمین کا مالک نہ تو کسان ہوتا تھا اور نہ ہی راجا بلکہ زمین کے مالکانہ حقوق گانوٗ کو حاصل ہوتے تھے۔ اور جو بھی نئی زمین دریافت ہوتی تھی اس کا بھی گانوٗ ہی مالک ہوتا تھا۔ راجا کو لگان ادا کرنے کی ذمہ داری بھی گانوٗ ہی کی ہوتی تھی۔ یہ تمام فرائض گانوٗ کا چُنا ہوا یا نامزد مُکھیا ادا کرتا تھا۔ اے۔ ایس التیکر کہتے ہیں کہ ملکیت کے تمام حقوق کسان کو حاصل تھے، اور یہ کہ راجا کو لگان محض ایک کرایے یا ٹیکس کے طور پر ادا کیا جاتا تھا جس کے بدلے میں وہ کھیتوں کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔

لگان کی شرح میں بھی اختلاف رائے ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ کُل پیداوار کا ⅙ حصّہ راجا کو لگان کی صورت میں دیا جاتا تھا۔ کچھ مورخین کا یہ خیال ہے کہ کُل پیداوار کا ¼ حصّہ لگان کی شکل میں راجا کو دیا جاتا تھا۔ ایک یہ بھی خیال ہے کہ ¼ لگان زرخیز زمینوں پر یا پھر اُن زمینوں پر جس کی سینچائی کا انتظام حکومت کرتی تھی اور ⅙ لگان کم زرخیز زمینوں پر لگایا جاتا تھا۔ بہرحال گپت عہد میں لگان ⅙ ہی لیا جاتا تھا۔[۱۸] البتہ گپت عہد میں شودروں اور کسانوں کو بڑا دھکا پہنچا۔ کیوں کہ سلطنت کے پھیلاو کے ساتھ ساتھ دور دراز صوبوں میں جاگیرداری نظام کی ابتدا ہو گئی۔ ماتحت راجاؤں کی حیثیت مرکزی حکومت کے جاگیرداروں کی سی ہو گئی۔ یہ جاگیردار تقریباً گیارہ قسم کے ٹیکس لینے کے علاوہ کسانوں سے بیگار بھی لیتے تھے۔[۱۹]

صنعت و حرفت: (امرکوس) کے مطابق ہندوستان کی کانوں میں سونا، چاندی تانبا، لوہا، پیتل، سیسہ اور ٹین نکلتے تھے۔ چنانچہ ان دھاتوں سے مختلف طرح کی چیزیں بنانے کے فن سے بھی آریہ بخوبی واقف تھے۔ خصوصاً لوہے کی صنعت کو قدیم دور میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ لُہار، لوہے سے پھاوڑے، ہل کے پھالے، درانتی، ہتھوڑے، لکڑی کاٹنے کی کلھاڑی، قفل، لوہے کی پلیٹیں، زنجیریں، چمچے چھرے وغیرہ بناتے تھے۔ جنگی ہتھیار بھی یہی لُہار بناتے تھے۔ چندر گپت دوم وکرمادیتیہ کے زمانے میں لوہے کی صنعت کو بہت بڑھاوا ملا۔ مہرولی میں (قوت الاسلام مسجد کے صحن میں) لوہے کا جو ستون قائم ہے وہ اسی زمانے کا

بنا ہوا ہے۔ یہ ستون ۲۳ فٹ لمبا اور سولہ انچ اس کی گولائی (DIAMETRE) ہے۔ وزن تقریباً چھ ٹن سے زیادہ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ صرف ایک ٹکڑے سے بنا ہوا ہے۔ اور صدیوں سے زمانہ کے اتار چڑھاو اور ہر طرح کے موسم کی سختیاں جھیلنے کے باوجود بدستور قائم ہے۔ پرسی براؤن نے بھی اس زمانے کی لوہے کی صنعت اور لہاروں کی بے حد تعریف کی ہے۔

سونے کی کانیں ہندستان کے شمال مغربی علاقے اور چھوٹے ناگپور میں دریافت ہوئی تھیں۔ گپت عہد تک سونے کا استعمال بکثرت شروع ہو گیا تھا۔ عورتیں اور مرد دونوں ہی زیورات پہنتے تھے۔ سنار سونے کے بڑے خوبصورت زیورات بناتے تھے۔ وہ سونا پرکھنے اور تولنے کے طریقے سے بھی واقف تھے۔ اس زمانے کے سونے کے سکے اور کچھ زیورات کھدائی میں ملے ہیں۔ جیسے سونے کی بالیاں اور ہار وغیرہ۔ زیور، عورتوں کا سنگار بھی تھا اور استری دھن بھی رنجی دولت، چوں کہ عورت کا حصہ جایداد میں نہیں ہوتا تھا اس لیے استری دھن بگڑے حالات میں عورت کا بڑا سہارا تھا۔

سونے کے زیورات کے علاوہ چاندی، تانبے، کانسے اور پیتل کے زیورات اور برتن بھی بنائے جاتے تھے۔ تانبے کے زیورات اور مہریں بنائی جاتی تھیں۔ تانبے کی پلیٹوں پر فرمان جاری کیے جاتے تھے۔ کانسے کے مجسمے بنتے تھے۔ بہار اور بنگال میں گوتم بدھ کے کانسے کے مجسمے دستیاب ہوئے ہیں۔ عام طور پر یہ چیزیں ڈھلائی کے طریقے سے بنائی جاتی تھیں۔ مگر کچھ چیزیں ہتھوڑے سے پیٹ کر بھی بنائی جاتی تھیں۔ تانبے کا ۷ فٹ کا ایک مجسمہ سلطان گنج میں ملا تھا۔ مختلف دھات کے آئینے بنائے جاتے تھے۔ سونے کے آئینے شاہی استعمال کے لیے بنتے تھے۔ عام استعمال کے لیے شیشے کے آئینوں کا چلن تھا۔ گپت عہد میں موتی، ہیرے جواہرات، سیپ اور مرجان کے زیورات کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔

نمک کی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔ عام طور سے نمک کھاری پانی کی جھیل یا سمندر کے پانی سے بنایا جاتا تھا۔ ایک دوسرے قسم کا نمک چٹانوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ نمک کی چٹانیں مانڈی، ہماچل پردیش اور کوہت (پاکستان) میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

مٹی کے برتن کی صنعت عام لوگوں کے لیے زیادہ اہم تھی۔ چنانچہ اس فن کو بھی بہت بڑھاوا ملا۔ چاک کے ذریعے برتن بنا کر انھیں رنگایا جاتا تھا۔ بقول میتی چاک کے ذریعہ برتن

بنانے کا طریقہ آریوں نے بحر روم سے آنے والے لوگوں سے سیکھا تھا۔ برتن بنانے میں چکنی مٹی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ زیادہ خوبصورت اور پایدار برتن بنانے کے لیے چکنی مٹی میں ابرق ملاتے تھے۔ برتنوں کے علاوہ چکنی مٹی کی مورتیاں ـــــ مہریں، پلیٹیں ، مالا (تسبیح) کے دانے، چھوٹے چھوٹے مجسمے اور کمنڈل بھی بنائے جاتے تھے۔ مٹی کی پکی اینٹیں بھی بنائی جاتی تھیں۔ قیمتی پتھروں کو تراشنے اور اُن سے مورتیاں بنانے کا فن بھی فروغ پا رہا تھا۔

ریشم، اون، کھال، ہاتھی دانت، سینگ اور پروں کی چیزیں بھی بنائی جاتی تھیں۔ جانور کی کھال سے جوتے بنائے جاتے تھے۔ ہرن اور شیر کی کھال کو سادھو سنت اور شاہی خاندان کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ ہاتھی دانت کی مختلف اشیا اور ہرن کا مُشک امیر لوگ استعمال کرتے تھے۔ ریشم نکال کر کپڑا تیار کیا جاتا تھا۔ اور اس پر خوبصورت رنگوں سے ڈزائن اور خاص طور سے ہنس کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ ریشمی کپڑے شاہی استعمال کے لیے تھے۔ لیکن بیاہ اور مذہبی رسموں کے موقعوں پر امیر لوگ بھی پہنتے تھے۔ ریشمی کپڑے اور شالیں بنانے کے فن کو کشمیر میں بہت فروغ ہوا تھا۔ شہد کی مکھیوں سے شہد نکالا جاتا تھا۔ لکڑی کا کام بھی قابل تعریف تھا۔ میز کرسی اور رتھ بنانے میں لکڑی بہت کام آتی تھی۔ عمارتوں میں بھی استعمال ہوتی تھی۔ ٹمبر کی لکڑی کا بہت استعمال ہوتا تھا۔ بڑھئی لکڑی پر بڑی اچھی نقش کاری کرتے تھے۔ بانس، بیت، پھول، پیڑوں کی چھال اور سن کا بھی استعمال ہوتا تھا۔

مورخ میتی نے امرکوس کے حوالے سے لکھا ہے کہ گپت عہد میں ہوشیار درزی تھے۔ وہ جیکٹ، پاجامے اور چولیاں سیتے تھے۔ شاہی خاندان کے اراکین کے کپڑوں کا ناپ لینے اور فٹنگ کرنے کو درزی خود آتے تھے۔

مختلف طرح کے تیل خاص طور سے سرسوں اور السی کے تیل کی صنعت کو فروغ حاصل ہوا۔ عورتوں کے لیے فیشن کا سامان مثلاً پاوڈر، کاجل، عطر اور خوشبودار چیزیں تیار کی جاتی تھیں۔ ناریل سے نکلی تاڑی کا استعمال بہت عام تھا۔ شراب کشید کرنے کی صنعت بھی ترقی پر تھی۔

تجارت :ـــــ گانؤں میں رہنے والے اپنی روزمرّہ ضرورت کی چیزیں آپس میں بدل لیتے

تھے۔ چند گانوؤں کے کسی درمیانی مقام پر ہر ہفتہ یا ہفتہ میں دو بار پینٹھ لگتی تھی۔ لوگ وہاں سے دودھ، دہی، شہد، موم، لاک، شراب، گوشت، پھل پھلی وغیرہ خرید لیتے تھے۔ پوجا پاٹ اور مندر کا سامان بھی خریدا جاتا تھا۔ شہروں میں سڑک کے دونوں طرف دکانیں ہوتی تھیں۔ ان دکانوں پر ہر طرح کا سامان دستیاب ہوتا تھا۔ قریب کے گانو کے لوگ بھی ان بازاروں سے سامان خرید کر اپنی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔

بیرونی تجارت میں خشکی اور سمندری راستوں سے تجارت کا سلسلہ مصر، یونان، عرب ایران، سیریا، چین، سیلون، کمبوڈیا، سیام، جاوا، سماترا، چمپا اور ملیشیا سے قائم تھا[۲]

پہلی صدی عیسوی کے شروع میں ہندستان کی بیرونی تجارت مغربی یورپ سے شروع ہوئی۔ خاص طور سے روم سے ہندستان کی تجارت بہت بڑھ گئی تھی۔ پانچویں صدی عیسوی سے ساتویں صدی عیسوی تک کے روم کے سکّے ہندستان کے مختلف علاقوں کی کھدائی میں ملے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کی تجارت تامل ناڈو سے اب سے دو ہزار سال پہلے ہوتی تھی۔ روم کو خاص طور سے ریشمی کپڑا اور گرم مسالے بھیجے جاتے تھے[۳]

ہندستان سے چین کو قیمتی پتھر، گینڈے کے سینگ سے بنی چیزیں، ہیرے، سانپ کی مَن، موتی اور کپڑا بھیجا جاتا تھا۔ چین سے وہاں کی مشہور سلک ہندستان آتی تھی۔ اس کے علاوہ کالی مرچ، صندل، جڑی بوٹی اور مختلف دوائیں ایران کو بھیجی جاتی تھیں اور سیلون کو ہندستان سے ریشم کے کپڑے، صندل کی لکڑی، بانس، تانبا، شیشم کی لکڑی، کپڑا، مُشک، ہاتھی اور گھوڑے بھیجے جاتے تھے۔ اور سیلون سے سمندری موتی اور چاندی ہندستان آتے تھے۔ سیلون کی ململ بھی یہاں بہت مقبول تھی۔ کالی مرچ، صندل، جڑی بوٹی اور مختلف دوائیں ایران بھیجی جاتی تھیں[۴] اس میں شک نہیں کہ گپت عہد میں فن اور ادب کی ترقی ہوئی ملک میں اقتصادی خوشحالی بھی بہت آئی۔ زراعت اور صنعت و حرفت اعلا پیمانے کی تھی۔ بیرونی اور اندرونی تجارت کو قابلِ قدر بڑھاوا ملا[۵]

حوالہ باب نمبر ۲ (۱) ایس۔ کے۔ میتی، دی اکنامک لائف آف ناردرن انڈیا ان دی گپتا پیریڈ (کلکتہ۔ ۱۹۵۷ء) ص ص۔ ۱۱۔ ۲۱، ۵۶، ۱۰۱۔ ۱۰۲، ۱۰۸

(۲) آر۔ ایس۔ شرما، انڈین فیوڈلزم، ص ص۔ ۲۔ ۳، ۱۳۶، ۲۷۳ (۳) میتی، مذکورہ بالا۔ ایضاً

(۴) دی ہندو، ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء (۵) میتی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۳۱۔ ۱۴۱، ۱۹۰

باب (۵)

قدیم ہند کے مذہبی رجحانات

مذہب کی اصل بنیاد آریوں کی سب سے قدیم مذہبی کتاب رگ وید ہے۔ ویدوں کے دوسرے دور تک آریہ مذہب نے ایک واضح شکل اختیار کر لی تھی۔ دراصل یہ آریہ نسل کا قومی مذہب تھا۔ آریوں کی مذہبی کتابوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

رگ وید: وید کے معنی پاک علم کے ہیں۔ رگ وید ہندوؤں کی سب سے قدیم مذہبی کتاب ہے۔ اس کے دس حصے ہیں جس کو منڈل کہتے ہیں۔ ۱۰۲۸ نظموں پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر بھجن ہیں۔ جن میں روحانی اور مادی ترقی و خوشحالی کی دیوتاؤں سے دعائیں مانگی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ قربانیوں کے منتر بھی ہیں۔ رگ وید کی چند نظموں سے اس دور کے سیاسی حالات اور قبیلوں میں آپسی کشمکش پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس زمانے کے حالات جاننے کے لیے یہی واحد ماخذ ہے۔

سام وید: یہ وید ۱۵۴۷ منتروں پر مشتمل ہے زیادہ تر منتر رگ وید سے لیے گئے ہیں۔ ان کو پروہت یگیہ کے موقع پر پڑھتے ہیں۔

یجر وید: اس وید کی بعض سنگھتا نظم میں اور بعض نثر میں ہیں۔ زیادہ تر نظمیں رگ وید سے ماخوذ ہیں۔ یجر وید کے منتر یگیہ اور قربانی کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ اس وید کی تاریخی اہمیت بھی ہے۔ اس کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ وادیِ سندھ سے شمالی ہندستان کے وسط یعنی کُرکشیتر یا گنگا جمنا کے دوآبے تک پھیل گئے۔ اسی وید کے زمانے سے رگ وید کے زمانے کا مناظرِ قدرت کی پرستش کا مذہب بھی ختم ہو گیا تھا۔

مذہب میں رسمیں داخل ہو گئیں۔ پروہتوں کے طبقے کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔

اتھروید:۔۔۔ یہ وید ۷۳۱ منتروں پر مشتمل ہے۔ اور اس کو چوبیس کھنڈوں (حصّوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے چند منتر رگ وید سے لیے گئے ہیں اور بعض سام وید سے۔ یہ وید بھی نظم اور نثر دونوں میں ہے۔ اس کے پڑھنے سے ہمیں ویدوں کے دوسرے دور کے لوگوں کے رسم و رواج اور عادات و اطوار وغیرہ کا پتا چل جاتا ہے۔ اس میں دشمنوں کو ہلاک اور دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی دعائیں بھی ہیں۔ چوں کہ اتھروید بعد کی تصنیف ہے اس لیے اس کو بہت عرصے تک وید تسلیم نہیں کیا گیا۔

برہمن:۔۔۔ ویدوں کے بعد ہر وید کی تفسیر لکھی گئی۔ جس کو برہمن کہتے ہیں۔ اس میں اشعار کی شرح ہے۔ عبادت کی اہمیت، مذہبی رسموں کی ابتدا اُن کی ضرورت اور طریقوں کا بیان ہے۔ اسی دور میں آریہ مذہب کی وہ شکل سامنے آئی۔ جس کو ہم برہمن مذہب کہہ سکتے ہیں۔

اُپنشد:۔۔۔ ان میں فلسفہ اور روحانیت کا بیان ہے۔ ان ہی سے بعد میں ویدانت فلسفہ کی بنیاد پڑی اُپنشد آریوں کے ذہنی اور روحانی معیار کا پتا دیتے ہیں۔ یہ زیادہ تر نثر میں ہیں لیکن بعض حصّے منظوم بھی ہیں۔ اُپنشدوں میں خُدا دنیا اور انسان کے اعلا مسائل پر آسان زبان میں بحث کی گئی ہے۔ اُپنشدوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مذہبی رسوم یعنی یگیہ اور قربانی وغیرہ کے مخالف ہو گئے تھے۔ اور حق اور صداقت کی تلاش کو ہی نروان کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔

ویدانگ:۔۔۔ مقدّس ویدوں کو ٹھیک سمجھنے کے لیے چھ علوم جاری کیے گئے جن کو ویدانگ کہتے ہیں ان میں تلفظ عروض، صرف و نحو، علم بلاغت اور کلپ یعنی مذہبی رسوم شامل ہیں۔

سوتر:۔۔۔ سوتر بھی ویدوں کو سمجھنے کا علم ہے۔ یہ بہت مختصر اور پُر معنی زبان میں لکھے گئے ہیں تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔ کلپ سوتر تین طرح کے سوتروں میں منقسم ہیں! اوّل سروتا سوتر جو ویدوں میں دی ہوئی رسوم کے متعلق ہیں۔ دوم گرہ سوتر۔ جن میں خانگی زندگی سے متعلق رسوم کا تذکرہ ہے۔ اسی سوتر میں انسان کی زندگی کو چار آشرموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور سوم دھرم سوتر۔ ان سوتروں میں آریوں کی سماجی زندگی کا ذکر ہے۔ اس کے

علاوہ دیوانی، فوجداری اور وراثت کے قوانین دیے گئے ہیں۔[۲۵]

شرتی اور سمرتی: ــــ شرتی کے لفظی معنی ہیں سُنا ہوا وید کے وہ حصے جو صرف سنے گئے ہوں اور تحریر میں نہیں آئے ہوں انسان کی تصنیف نہیں سمجھے جاتے بلکہ ان کی الہامی حیثیت ہے۔ شرتی کی بنیاد پر جو وید کے حصے تصنیف کیے گئے انھیں سمرتی کہتے ہیں۔ ان میں وید سے اخذ کیے ہوئے احکام درج ہیں۔ ان کو برہما کے بیئس بیٹوں نے لکھا تھا۔ اور انھیں کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ لہذا تعداد میں بھی بیئس ہیں۔

پُران: ــــ پُران کے لغوی معنی اگلے پُرانے کے ہیں۔ یعنی پُرانا اور آنے والا۔ ان کتابوں میں کچھ تو پچھلے زمانے کی دیومالائی کہانیاں ہیں اور کچھ پُرانوں کے بعد کے آنے والے دور کی پیشین گوئیاں ہیں۔ ان کے نام دیوتاؤں، انسانوں اور حیوانوں پر رکھے گئے ہیں۔ اور انھیں کی یہ قصہ کہانیاں ہیں۔ ان کی کل تعداد اٹھارہ ہے۔ قدیم عہد سے پُرانوں کے لکھنے کا سلسلہ جاری تھا اور گپت عہد کے آخر تک لکھے جاتے رہے۔ وایو پُران، وشنو پُران، منسیا پُران، اور برہمانڈ پُران گپت عہد تک مکمل ہو گئے تھے۔ البیرونی نے اپنی کتاب میں تمام ۱۸ پُرانوں کی فہرست درج کی ہے۔ لیکن اس نے اپنی آنکھوں سے صرف میچ یعنی مچھلی پُران ادیتہ یعنی آفتاب پُران اور باج یعنی وایو پُران دیکھے تھے۔

رِگ ویدی دور: ــــ رِگ ویدی دور میں آریوں کا مذہب بہت سادہ تھا۔ یہ لوگ کُھلے میدانوں اور جنگلوں میں دعائیں مانگتے تھے۔

۱۶۰۰ ق۔م تا ۱۰۰۰ ق۔م

شروع میں آریہ آگ کو پوجتے تھے۔ وہ بعض جانوروں اور درختوں کو دیوتاؤں کی برابر ماننے لگے تھے۔ اصل میں وہ قدرت اور طاقت کے پرستار تھے۔ جہاں کہیں بھی انھیں طاقت نظر آتی تھی اسی کو دیوی یا دیوتا مان لیتے تھے۔[۲۶] دنیا میں شاید ہی کوئی ایسی تہذیب ہو جہاں ابتدائی دور میں اس طرح کے سادہ مذہبی تصورات نہ پائے گئے ہوں۔ اس لیے رِگ ویدی دور تک ہندستان مذہبی اعتبار سے دیگر تہذیبوں سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ اس دور میں آریوں کے دیوتاؤں کی تین قسمیں تھیں۔ اوّل زمین کے دیوتا، جیسے پرتھوی، اگنی، سوم وغیرہ۔ دوم، فضا کے دیوتا، جیسے اندر، وایو، طوفان وغیرہ۔ سوم، آسمان کے دیوتا، جیسے ورُن، دیاس، سوریہ وغیرہ۔

ان دیوتاؤں میں ورُن یعنی آسمان کا دیوتا سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا۔ وہ

نیکی اور سچائی کا دیوتا تھا۔ فضا کے دیوتاؤں میں اندر کو یعنی ورشا آندھی اور طوفان کا دیوتا بہت اہم تھا۔ اور یہ آریوں کا قدیمی دیوتا بھی تھا۔ یہ لوگ اوشا، یعنی صبح صادق کی بھی پوجا کرتے تھے۔ آریوں کا خیال تھا کہ دیوتا نیک لوگوں کو انعام اور بدکاروں کو سزا دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے یہی دیوتا انسان کے روپ میں سامنے آئے۔ ان کی مورتیاں بنائی جانے لگیں۔ مورتیوں کو اس طرح بنایا جاتا تھا کہ وہ انسان سے برتر لگیں۔ پھر ان دیوتاؤں پر گھی، سوم رس چڑھاکر اور قربانی کر کے انھیں خوش کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔

لیکن رِگ وید کے آخری حصّے میں ایک ایسے خدا کا بھی تذکرہ ہے جو قادرِ مطلق ہے۔ اور وہی پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور رکھوالا ہے۔ چنانچہ آریہ اس خدا کے آگے جھکنے لگے اور مختلف دیوتاؤں کو اس کا نائب سمجھ لیا۔

ویدوں کا دوسرا دور: ۱۰۰۰ ق۔م تا ۸۰۰ ق۔م ویدوں کے دوسرے دور میں جب سام وید، یجر وید اور اتھر وید اور پھر ان چاروں ویدوں کے برہمن یعنی تفسیریں لکھی گئیں تو مذہب میں رسمیں داخل ہوگئیں۔ اسی زمانے میں اشومیدھ یگیہ یعنی گھوڑے کی قربانی، راجسوئی یعنی تاجپوشی کے وقت قربانیاں جیسی رسمیں بھی شروع ہوگئیں۔ بعض قربانیاں کئی سال تک چلتی رہتی تھیں۔ دیوی دیوتا وہی تھے جو رِگ وید کے زمانے میں تھے۔

اُپنشدوں کا دور: ۸۰۰ ق۔م تا ۶۰۰ ق۔م اس دور کو مابعد ویدی دور بھی کہا جاتا ہے۔ آریوں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جو ایک معبود یعنی برہما کی پوجا کرنے لگا۔ یہ طبقہ یگیہ اور قربانی کو فضول سمجھتا تھا۔ اُپنشدوں میں کرم اور تناسخ کے مسائل کو بھی واضح کیا گیا۔ مفکّرین نے خُدا پہچاننے اور اس کے بارے میں صحیح علم حاصل کرنے پر زیادہ زور دیا۔ اسی کے ساتھ دنیاوی زندگی کے فرائض کو خوش اسلوبی سے انجام دینے پر بھی زور دیا گیا۔ اور یہ تاکید کی گئی کہ انسان دنیاوی زندگی میں گم نہ ہو جائے۔ اس دنیا کو خُدا کا پَرتو سمجھا گیا۔ اس طرح کے نظریہ کو مونوازم کہتے ہیں۔ اس طرح کی بحثوں میں مرد اور عورت دونوں ہی حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ اس دور میں گارگی میترئی وغیرہ عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ جن کو مفکّر سمجھا جاتا تھا۔

اُپنشدوں کا دور ہندو مذہب کے ارتقا میں نشاۃ ثانیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس کے تحت انفرادی طور پر خدا کو پہچاننا اصل مقصد قرار دیا گیا۔ لوگوں کو

کو آزادانہ طریقہ سے مذہبی معاملات کے بارے میں سوچنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد فلسفے کے چھ اسکول قائم ہوئے
۱۔ **سانکھیہ درشن :** ــــــ سانکھیہ درشن کا سب سے بڑا مفکر کپل تھا۔ یہ روح اور مادّے کا تعلق بتاتا ہے۔ اس درشن میں خدا کا کوئی علاحدہ وجود تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس درشن کے مطابق مادّے کا وجود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کچھ برہمن رہنماؤں نے سانکھیہ درشن کو ویدوں کی تعلیم کے خلاف سمجھا اور اس کی سخت مذمّت کی۔
۲۔ **یوگ درشن :** ــــــ اس کو پتنجلی نے پیش کیا، مگر یہ وہ پتنجلی نہیں جنھوں نے سنسکرت گرامر کی مشہور کتاب تصنیف کی۔ اس درشن میں نفسیات کے اعلا اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اور نجات حاصل کرنے کے مختلف طریقے بتلائے ہیں۔ اسی فلسفہ کی بنیاد جسمانی ریاضت اور دماغی توجّہ پر ہے۔ اس کے طریقوں پر چلنے سے انسان کا دماغ پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد انسان مراقبے اور دھیان کے ذریعہ خُدا کو پا سکتا ہے۔
۳۔ **پورومیمانسا درشن :** ــــــ اس کا مفکر جیمنی تھا۔ جس نے کرم ممانسا تصنیف کیا پورو معنی ویدوں کا ابتدائی حصّہ اور ممانسا معنی کسی لفظ یا جملے کے سمجھنے کا علم۔ اس فلسفے میں ویدوں کے مذہبی رسوم پر بحث کی گئی۔ اس کے مطابق آواز دائمی ہے۔ چونکہ وید آوازوں کا مجموعہ ہیں، اس لیے وہ بھی دائمی ہیں۔ علم اور احساسات وقتی ہیں۔ اس درشن کے مطابق ویدوں میں بتائی گئی رسوم کے ادا کرنے ہی سے انسانوں کو نجات مل سکتی ہے۔
۴۔ **ویدانت درشن :** ــــــ اس کو اترممانسا بھی کہتے ہیں۔ ویدانت معنی ویدوں کی تکمیل کے ہیں۔ یہ ہندستان کا سب سے مشہور فلسفہ ہے۔ اس میں مادّے کی کوئی حقیقت نہیں مانی گئی ہے۔ اصل حقیقت ایک ہے یعنی خُدا۔ انسان خدا کو اپنی ذات ہی میں پا سکتا ہے۔ دنیا 'مایا' ہے اور انسان ریاضت، خدا کے علم اور مراقبے کے ذریعے اپنی ذات کو 'مایا' سے الگ کر سکتا ہے اس طرح ویدانت کا فلسفہ علم اور مراقبہ پر زور دیتا ہے۔ اس کی تفسیر بدریانہ نے کی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں شنکر آچاریہ نے بھی اس کی تفسیر کی۔
۵۔ **وشیشک درشن :** ــــــ اس میں ذرّات پر بحث کی گئی ہے۔ اس فلسفے کے تحت دنیا غیر فانی ذرّات سے بنی ہے۔ ان ذرّات کی چار قسمیں ہیں۔ زمین کے ذرّات پانی کے ذرّات، آگ کے ذرّات اور ہوا کے ذرّات۔ خدا نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں اور وہی ان پر قابو رکھتا ہے۔ انسان کو گزشتہ زندگی کا پھل دینے کے لیے اسے بار بار پیدا کرتا ہے۔

نیک اور بد کام کے مطابق اس کی پیدائش بھی اچھی اور بری شکل میں ہوتی ہے۔ اس فلسفے کے مطابق علم ہی انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

۶۔ **نیایہ درشن :** اس فلسفے سے ہم کو علم کلام یا منطق کا فن معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان کو صحیح علم و عرفان ہوتا ہے۔ اور نیکی بدی میں تمیز کرنے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ نجات یا موکش کا یہی راستہ ہے۔ دشیشک اور نیایہ درشن ایک دوسرے سے گہرا ربط رکھتے ہیں۔ تقریباً گیارھویں صدی عیسوی میں یہ دونوں ایک ہو گئے۔[۵]

حوالہ باب نمبر ۵

۱۔ جواہرلال نہرو، ڈسکوری آف انڈیا، ص ص۔ ۷۸۔ ۹۸۔ ۱۶۶۔ ۱۸۴

۲۔ تاراچند، اہل ہند کی مختصر تاریخ، ص ص۔ ۶۱۔ ۶۲
قریشی، مذکورہ بالا، ص۔ ۳۷۔ ۴۶

۳۔ ابوریحان البیرونی، کتاب الہند، ص ص۔ ۱۷۰۔ ۱۷۲

۴۔ محمد مجیب، مذکورہ بالا، ص۔ ۹۷
قریشی، مذکورہ بالا، ایضاً

۵۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۳۶، ۳۷، ۹۴

باب (۶)

زرمیہ نظموں کا دور

رزمیہ نظموں کے زمانے اور اصل واقعات کے عہد میں کافی فاصلہ ہے۔ اصل واقعات آریوں کے ابتدائی دور کے ہیں اور رزمیہ نظمیں مابعد ویدی دور میں لکھی گئیں۔

راماین: راماین تقریباً پانسو سال ق۔م یا اس سے ایک صدی پیشتر رزمیہ نظم کی شکل میں رشی والمیک نے لکھی۔ یہ نظم ابتدائی دور کے مذہبی ادب کے کچھ اصل واقعات کی بنیاد پر لکھی گئی۔ بدھ کی کتاب دشرتھ جتاکا میں رام کی شبیہ کے شخص کا تذکرہ ملتا ہے جس میں خدائی طاقت موجود تھی۔ ابتدا میں یہ ایک مختصر نظم تھی۔ دو سو قبل مسیح تک اس میں اضافے ہوتے رہے اور اب یہ نظم جو بیس ہزار چھندوں پر مشتمل ہے۔ شری رام چندر جی کے کردار کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس کی مختصر کہانی مندرجہ ذیل ہے۔

ایودھیا کے راجا دشرتھ کی تین بیویاں تھیں، کوشلیا، کیکئی، اور سمترا۔ کوشلیا سے رام چندر جی، کیکئی سے بھرت اور سمترا سے لکشمن اور شترگھن پیدا ہوئے۔ رام چندر جی کی شادی ودیھ کے راجا جنک کی لڑکی سیتا جی سے ہوئی۔ رام چندر جی سب سے بڑے شہزادے تھے۔ اس لیے راجا دشرتھ نے ان کو جانشین مقرر کیا تھا۔ ان کی سوتیلی ماں کیکئی یہ بات برداشت نہ کر سکیں۔ اور راجا دشرتھ پر زور دیکر اپنے بیٹے بھرت کو جانشین بنوایا اور رام چندر جی کو چودہ سال کا بنواس دلوایا۔ رام چندر جی اپنی بیوی سیتا جی اور تیسرے بھائی لکشمن کے ساتھ جنگلوں میں چلے گئے۔ لنکا کا راجا راون وہاں سے سیتا جی کو دھوکا دے کر لے گیا اور اشوک باٹکا میں نظر بند کر دیا۔ رام چندر جی نے ہنومان اور سگریو کی مدد سے راون کے خلاف زبردست جنگ

کی۔ راون اور اس کا پورا قبیلہ مارا گیا۔ سیتا جی کو چھڑا لیا اور تینوں ایودھیا واپس آ گئے۔

رام چندر جی کو بعد میں وشنو کا اوتار مان لیا گیا۔ اسی نظم سے رزمیہ دور کے سیاسی، سماجی اور مذہبی رجحانات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

رام چندر جی کی کہانی میں چھتریوں کی بہادری، حق اور انصاف کے لیے جنگ، بزرگوں کا احترام، والدین کی عزت، بھائی کا ایثار اور بیوی کی وفاشعاری اور عوام کی فلاح و بہبود اور انصاف پسند طریقۂ حکومت وغیرہ باتوں کی جھلک ملتی ہے۔ رام راجیہ کو ایک مثالی حکومت مانا جاتا ہے۔

مہابھارت:۔ مہابھارت کی رزمیہ نظم چار سو ق۔م یا اس سے ایک صدی پیشتر رشی ویاس نے لکھی تھی۔ مہابھارت میں کورو اور پانڈو قبیلے کے کردار اور شہروں کے نام جیسے اندرپرستھ، کرکشیتر وغیرہ سے پتا چلتا ہے کہ مہابھارت کی کہانی حقیقت کے بہت قریب ہے۔ اور یہ کہ یہ واقعات ابتدائی دور کے ہیں۔ ایک عام خیال یہ ہے کہ کرکشیتر کی جنگ ۳۱۰۲ ق۔م یا ۳۱۳۹ ق۔م میں واقع ہوئی۔ نواب علی قریشی نے کچھ مورخوں کی رائے کے مطابق اس جنگ کی تاریخ ۱۵۰۰ ق۔م اور ۱۰۰۰ ق م کے درمیان مقرر کی ہے۔

اس نظم میں اب ۱۸ ابواب اور ایک لاکھ چھند ہیں۔ شروع میں صرف ۲۰۰۰۰ چھند تھے۔ جنگ کی مختصر کہانی مندرجہ ذیل ہے۔ ہستناپور کے راجا چتر ویر کے دو بیٹے تھے؛ دھرت راشٹر اور پانڈو۔ پانڈو کے پانچ بیٹے تھے اور دھرت راشٹر کے سو بیٹے۔ دھرت راشٹر اندھے تھے۔ اس لیے پانڈو نے راج کیا۔ پانڈو کے انتقال پر دھرت راشٹر کو مجبوراً راجا بننا پڑا۔ لیکن وہ پانڈو کے بڑے بیٹے یدھشٹر کو جانشین بنانا چاہتے تھے۔ مگر ان کے بیٹے دریودھن نے جوا کھیل کر ان کو ہرا دیا۔ پانڈو کو جلاوطن ہونا پڑا۔ وہ پانچال پہنچے وہاں ارجن نے سوئمبر میں شہزادی دروپدی کو جیت کر شادی کی۔ جلاوطنی ختم ہونے پر یدھشٹر نے اپنا راج واپس مانگا۔ دریودھن نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کرکشیتر کے میدان میں اٹھارہ دن تک خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں کوروں کی ہار۔ اور پانڈوں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں شری کرشن جی پانڈوں کے ساتھ تھے۔ انھوں نے ارجن کو جنگ کی ضرورت پر اپدیش دیے تھے۔ وہ گیتا میں درج ہیں[1]

مہابھارت کی کہانی کے کردار متاثر کرتے ہیں۔ خاص طور سے پانچ پانڈو بھائی

اپنی اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بے مثال تھے۔ ویرا بھیمنو کی بہادری اور اس کی قربانی بھی بے حد اثر کرتی ہے۔

ویرا بھیمنو ارجن کا بیٹا تھا۔ کُرکشیتر کی جنگ جاری تھی۔ اس جنگ میں ایک بڑا نازک موڑ آیا۔ لڑائی کا ۱۳واں دن تھا۔ ارجن لڑتے لڑتے دکن کی جانب بہت دور نکل گئے تھے۔ درونا چاریہ نے کوروں کو چکر ویوہ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ اُن کے خیال میں ارجن کی غیر موجودگی میں پانڈووں کو مات دینے کی صرف یہی ایک ترکیب تھی۔ اس لیے چکر ویوہ توڑنے کا فن پانچوں بھائیوں میں صرف ارجن کو آتا تھا۔ یدھشٹر پریشان تھے کہ اچانک ابھیمنو نے چکر ویوہ کو توڑنے کی پیش کش کی۔ یدھشٹر اور دیگر بھائی حیرت زدہ تھے۔ سب نے اسے بہت سمجھایا مگر ابھیمنو نہیں مانا اور فوج لیکر چکر ویوہ توڑنے روانہ ہوگیا۔ روایت ہے کہ جب ابھیمنو ماں کے پیٹ میں تھے تو ارجن سُبھدرا کو چکر ویوہ توڑنے کی ترکیب بتا رہے تھے اور جب وہ چکر ویوہ سے نکلنے کی ترکیب بتا رہے تھے تو سُبھدرا کو نیند آگئی تھی۔ چچاؤں نے ابھیمنو کو چکر ویوہ سے نکالنے کے لیے پوری پوری مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ ابھیمنو نے چکر ویوہ توڑ دیا اور اسے کامیابی ہوتی گئی۔ لیکن اس کی مدد کے لیے اس کے چچا بر وقت نہیں پہنچے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابھیمنو جنگ میں بڑی بہادری سے آخری سانس تک لڑتا ہوا مارا گیا۔[۲]

بھگوت گیتا اور آریہ مذہب کی تجدید: ——— بھگوت گیتا میں سات سو منتر ہیں۔ یہ مہابھارت کا سب سے اہم حصہ ہے۔ بھگوت گیتا کے لغوی معنی خدا کی حمد کے ہیں۔ کُرکشیتر کی جنگ میں ارجن نے سلطنت حاصل کرنے کے لیے انسانوں کا ناحق خون بہانے سے انکار کیا۔ تب کرشن جی نے ہدایات دیں۔ بھگوت گیتا انھیں ہدایتوں کا مجموعہ ہے۔

ان ہدایتوں میں حق وانصاف کی خاطر جنگ کو جائز قرار دیا گیا ہے اور پوری نوع انسانی کو عملی زندگی کا پیغام دیا ہے۔ پنڈت نہرو کہتے ہیں۔

"IT IS A CALL TO ACTION TO MEET THE OBLIGATIONS AND DUTIES OF LIFE, BUT ALWAYS KEEPING INVIEW THAT SPIRITUL BACKGROUND AND LARGER PURPOSE OF THE UNIVERSE".[۳]

کرشن جی نے مذہبی رواداری کے اصول پر زور دیکر سماجی فرق کو کم کیا۔ کرشن جی گیتا میں کہتے ہیں۔ ALL PATHS LEAD TO ME

(باب نمبر ۲ کے حوالے کے لیے صفحہ نمبر ۹۴ ملاحظہ فرمائیے)

باب (۷)

مہاویر جین اور گوتم بدھ کی تعلیمات

مہاویر جین:۔۔۔۔ وردھمان مہاویر جین (تقریباً ۵۹۹ ق م تا ۵۲۷ ق م) کے والد سدھارت ویشالی میں ایک چھوٹے سے علاقے کے سردار تھے۔ ان کی والدہ تیرشالا لچھوی سردار چیتک کی بہن تھیں۔ تیس سال تک خانگی زندگی گزارنے کے بعد مہاویر جین روحانی تجربے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بارہ سال کی کڑی ریاضت کے بعد بیالیس سال کی عمر میں انھیں 'کیولیہ'، یعنی روشنی حاصل ہوئی۔ نجات حاصل کرنے کے لیے مہاویر جین نے پانچ اصولوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔

(۱) اہنسا کی پابندی (کسی جاندار کو نہ ستانا نہ جان لینا)

(۲) جھوٹ نہ بولنا

(۳) چوری نہ کرنا۔

(۴) دولت اور جایداد جمع نہ کرنا۔

(۵) پاک زندگی گزارنا۔

ان اصولوں پر عمل کر انسان کو تین رتن حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل، صحیح ایمان، دوم صحیح علم، سوم صحیح عمل، مہاویر جین نے دیوی دیوتاؤں کی پوجا اور قربانی کی رسموں کو غلط قرار دیا وہ انسان کی روح ہی کو اعلا مانتے تھے۔ روح کو پاک رکھنا ہی ان کے نزدیک انسان کی زندگی کا اصل مقصد تھا، اور دنیا کی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے ہی میں انسان کو نجات حاصل ہو سکتی تھی[1]

دراصل "اہنسا" مہاویر جین کی تعلیم کا اصلی جز ہے۔ وہ پیڑ پودوں تک کو کاٹنا یا برباد کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ مہاویر جین کے یہاں اہنسا ایک عقیدہ ہے۔

مہاویر جین نے اپنے اصولوں کے پرچار کے سلسلے میں، کوشل، مگدھ، انگ اور متھیلا کے دورے کیے۔ راجا بمبیسار اجاتشترو اور لچھوی راجا چیٹک نے ان کی پرچار میں مدد کی۔ چندر گپت موریہ کے زمانے میں جینیوں کے چھٹے گرو بھدر باہو نے جین کلپ سوتر لکھی۔ چندر گپت موریہ نے بھی اپنے انتقال سے چند سال پہلے جین مذہب اختیار کر لیا تھا اور تخت و تاج چھوڑ کر راہبانہ زندگی گزاری تھی۔ بعد میں جینیوں میں دو فرقے ہو گئے: ایک "ڈگمبر" جو ننگے رہتے تھے اور دوسرا "شوتامبر" جو سفید کپڑے پہنتے تھے۔ تین سو قبل مسیح میں جینوں کی مگدھ میں ایک کونسل ہوئی۔ اس کونسل میں "ڈگمبر" جینوں نے حصہ نہیں لیا۔ شوتامبر جینوں نے اس کونسل میں ایک کتاب مرتب کی جسے ۱۲ انگ کہتے ہیں۔ ۵۱۲ء میں جینوں کی ایک دوسری کونسل ہوئی۔ اس کونسل کا صدر دیورو ہی تھا۔ اس کونسل میں جینوں کے گیارہ انگ دوبارہ مرتب کیے گئے۔ بارھویں انگ میں اختلاف تھا اس لیے اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

یہ مذہب مغربی اور جنوبی ہندستان میں بہت پھیلا۔ اجین اور متھرا، جین مذہب کے خاص مرکز تھے۔ ۱۱۵۹ء میں گجرات کے راجا کمار پال نے جین مذہب قبول کیا اور اس پر بڑی سختی سے پابندی کرائی۔ اس نے ایک سوداگر کی تمام دولت اور جائیداد محض اس لیے ضبط کر لی کہ اُس نے جوں کو مارنے کا جرم کیا تھا۔ ایک شخص کو راجدھانی میں گوشت لانے کے جرم میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔[۱]

سخت پابندی کے باعث جین مذہب، بدھ مذہب کے مقابلے میں زیادہ مقبول عام نہ ہو سکا۔

مہاتما گوتم بدھ

سدھارت گوتم بدھ شاکیہ مُنی : (تقریباً ۵۶۳ ق م تا ۴۸۲ ق۔ م)

یہ کپل وستو کے راجا شدھودھن کے بیٹے تھے ۔ ان کی پیدائش لمبینی باغ میں ہوئی تھی ۔ والدہ ’مایا‘ کا انتقال پیدائش کے سات دن بعد ہی ہو گیا تھا۔ چنانچہ سدھارت کی پرورش شدودھن کی دوسری بیوی اور مایا کی چھوٹی بہن نے کی سولہ سال کی عمر میں ان کی شادی یشودھرا سے کر دی گئی تھی۔ شادی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام راہل رکھا تھا۔ تقریباً ۲۹ سال کی عمر تک گوتم بدھ نے خانگی زندگی گزاری ۔

روایت ہے کہ ایک رات سدھارت نے خواب میں زندگی کے چار روپ دیکھے ۔ ایک بوڑھا آدمی، ایک بیمار، ایک لاش اور ایک سادھو۔ اس کے بعد سدھارت کی زندگی میں زبردست ہل چل پیدا ہوئی ۔ اچانک ایک رات سدھارت اپنی بیوی اور بچے کو سوتا ہوا چھوڑ کر گھر سے نکل پڑے۔ سدھارت نے پہلے اپنے بال کٹوائے ۔ ایک غریب آدمی سے اپنے کپڑے بدلے اور راجا بمبیسار کی راجدھانی میں راج گرہ کے جنگلات میں جا کر سادھوؤں کی ٹولی میں شامل ہو گئے ۔ وہاں پہلے انھوں نے ہندو فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، ریاضت کے طریقے اور خدا کی حقیقت جاننے کی جستجو میں لگ گئے۔ وہاں سے وہ اپنے پانچ شاگردوں کے ساتھ بودھ گیا ۔ (اُرویلا) کے جنگلوں میں جا کر ریاضت کرنے لگے ۔ وہاں انھوں نے چھے سال ریاضت کی، وہ بہت کمزور ہو گئے ۔ ایک دن وہ بے ہوش بھی ہو گئے ۔ اس دن وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ریاضت کے ذریعے نجات نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے ریاضت کرنا چھوڑ دیا۔ اور ان کے شاگرد ناراض ہو کر انھیں چھوڑ کر چلے گئے ۔

ایک دن گوتم بدھ نیرنجار ندی کے کنارے پہنچے سجاتا نام کی ایک عورت نے انھیں کھانا کھلایا۔ وہیں ایک پیپل کے درخت کے نیچے پورے دن گیان دھیان میں مصروف رہے۔ آخر کار سدھارت کو اسی جگہ روشنی حاصل ہوئی ۔

سدھارت اس کے بعد گوتم بدھ کہلائے ۔ ان کی تعلیم میں چار باتیں شامل ہیں :۔ (۱) زندگی سے تکلیفیں جڑی ہوئی ہیں (۲) انھیں زندگی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ (۳) خواہشات نفس پر قابو پانے سے ان تکلیفوں سے نجات مل سکتی ہے (۴) نفس پر قابو پانے کے آٹھ اصول ہیں (۱) نیک خیالات (۲) نیک ارادے (۳) نیک کردار (۴) نیک گفتار (۵) حلال روزی (۶) معقول کوشش (۷) آگاہی اور احتیاط (۸) گیان دھیان ۔

گوتم بدھ نے اپنے اصولوں کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ غصّہ، شراب نوشی، تعصب

دھوکا، حسد، خودستائی، غیبت، غرور اور بدگوئی یہ سب نجاستیں ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ برہمنوں کو نذر دینا۔ دیوتاؤں پر قربانی چڑھانا، ویدوں کو پڑھنا، جسم کو تکلیف پہنچانا، ننگے رہنا، جٹادھاری بننا، سر گھٹانا، موٹے کپڑے پہننا کسی کو گناہوں اور وہموں سے پاک نہیں کرسکتے۔ گوتم بدھ نے انسان کو ہر شے سے اونچا اٹھادیا۔[۱۳] گوتم بدھ کی عملی اور اخلاقی تعلیم کا ایک واقعہ سُنیے

ایک بار گوتم بدھ کو جنگل میں سگالا نام کا ایک شخص ملا وہ سات سمتوں کی پوجا کر رہا تھا۔ گوتم بدھ نے پوچھا یہ تم کیا کررہے ہو۔ سگالا نے جواب دیا کہ جو میرے بزرگوں نے بتایا وہی کر رہا ہوں۔ گوتم بدھ نے اُس کو تعلیم دی کہ انسان کے ساتھ اچھا برتاو کرنے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ گوتم بدھ کے نزدیک سچّا دیندار وہی ہے جو سمجھ اور دل کی روشنی میں اپنے ارادے کی قوّت سے خدمت اور ایثار کے راستے پر چلے۔ یہی راستہ ہمیں گھر تک پہنچاتا ہے۔[۱۴]

اپنی تعلیمات کا پرچار گوتم بدھ نے سب سے پہلے بنارس میں کیا۔ انھوں نے اپنے شاگردوں کو اپنا نظریہ سمجھایا۔ بنارس کے برہمنوں میں اپنے نظریہ کا پرچار کیا اور عوام سے اپیل کی کہ وہ بھکشوؤں کی مدد کریں۔ وہاں گوتم بدھ کو بہت کامیابی ہوئی اور کافی تعداد میں برہمن ان کے پیرو بن گئے۔

حکمرانوں میں گوتم بدھ کی تعلیم کو سب سے پہلے راج گرہ کے راجا بمیسار نے قبول کیا۔ وہ کپل وستو واپس گئے۔ اُن کی بیوی اور بیٹا بھی ان کے شاگرد بن گئے۔ گوتم بدھ نے بھکشو عورتوں کا ایک سنگھ قائم کیا تھا۔ اس سنگھ میں ہر قوم اور ہر ذات کی عورتیں شامل ہوسکتی تھیں۔ اس طرح گوتم بدھ نے سماج میں ذات پات، امیر غریب، مرد عورت کے فرق کو دور کرکے سب کو مساوات کے رشتے میں باندھ دیا۔ پروفیسر محمد مجیب کہتے ہیں کہ

"بدھ مذہب نے انسان کی نظر کو اتنا اونچا کیا کہ وہ برادری، ذات، نسل، اور ملک، رسم اور تہوار اور منّتیں پوری کرنے والے دیوتاؤں اور دیویوں کی حد سے گزر کر ساری انسانی دنیا کو دیکھ سکے۔ اس میں وہ اعتدال پسندی تھی جو یونانی تہذیب کا جوہر مانی جاتی ہے، وہ خاکساری جس نے عیسائی مذہب کو سرفراز کیا، وہ مساوات جو اہلِ اسلام کا مایۂ ناز ہے اور ہندستان کا یہ پہلا مذہب تھا جس کا پرچار کیا جاسکتا تھا۔[۱۵]

گوتم بدھ کا مذہب عوام میں بہت مقبول ہوا۔ بڑے بڑے حکمرانوں نے اسی مذہب کو اپنایا۔ بمبیسار کے بعد اشوک اعظم، کنشک اور ہرش نے اس مذہب کو قبول کیا اور اس کو پھیلانے میں پوری کوشش کی۔ خاص طور سے اشوک نے گوتم بدھ کے پیغام کو دوسرے ملکوں تک پہنچایا۔ اسمتھ کا بیان ہے۔

"آج دنیا میں جتنا بھی بدھازم باقی ہے وہ اشوک کی کوششوں کا نتیجہ ہے"[۸]

گوتم بدھ کے زمانے سے تقریباً ایک ہزار سال تک بدھ مت، جین مت اور برہمن مذہب کے درمیان مسلسل کشمکش جاری رہی جس میں بدھ مت کو سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

مورخین کے سامنے یہ سوال ہے کہ ہندستان میں بدھ مت کا زوال کیوں ہوا؟ جب کہ بیرونِ ہند خصوصاً ایشیا کے ممالک میں یہ مذہب اب بھی بے حد مقبول ہے ایک خیال یہ ہے کہ موریہ سلطنت کے زوال کے بعد پشیمتر نے نہ صرف یہ کہ برہمن مذہب کو فروغ دیا بلکہ بدھ مذہب کے ماننے والوں پر ظلم کیے۔ ہرش کے عہد بنگال کے حکمراں سسانک نے بھی یہی کیا۔ اس نے خانقاہیں مسمار کرادی تھیں۔ ان حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے بدھ مذہب کے ماننے والوں کو وہ ریاستیں چھوڑ کر دوسری ریاستوں میں پناہ لینی پڑی[۹]۔ مگر اسمتھ کا خیال ہے کہ بدھ مذہب کے زوال کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ برہمن حکمرانوں نے بھی رواداری کی پالیسی اپنائی تھی۔ اسمتھ کہتے ہیں کہ برہمن مذہب سے متاثر بدھ پیشواؤں نے گوتم بدھ کو دیوتا مان کر ان کی پوجا کرنا شروع کردی۔ یہ بات گوتم بدھ کی تعلیم کے خلاف تھی۔ گوتم بدھ کے زمانے میں بھکشوؤں کی ۵ روزہ میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ اس میں بدھ کے اصولوں اور خانقاہی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا ملتی تھی۔ مگر بدھ کے انتقال کے بعد پہلے استوپ، پھر چکر، (تنا سخ) پھر ترشول یعنی گوتم بدھ اور ان کا دھما اور سنگھ کی پوجا ہونے لگی۔ آخر کار ناگ ارجن نے مہایانہ فرقہ قائم کر کے ایک طرف تو بدھ مذہب کو مقبول عام بنایا مگر دوسری طرف اس میں وہ تمام رسمیں اور غیر ضروری باتیں شامل کردیں جن کی خود گوتم بدھ نے سخت مخالفت کی تھی۔ اب بدھ مذہب اور ہندو مذہب میں کوئی فرق نہیں رہا۔[۱۰]

(باب نمبر ۷ کے حوالے کے لیے صفحہ نمبر ۵۶ ملاحظہ فرمائیں)

باب ـ (۸)

قدیم ہند کے سیاسی تصوّرات اور نظامِ حکومت

قدیم دور میں چار قسم کے نظام حکومت رائج رہے ہیں:۔ (۱) جمہوری حکومتیں (۲) نیابت الٰہی کے نظریے کی حامی مطلق العنان حکومتیں، (۳) سیاسی مطلق العنان حکومتیں، (۴) روشن خیال یا سیکولر مطلق العنان حکومتیں۔

رِگ ویدی دور میں آریہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ابتدائی اشتمالی دور میں قبیلے کے لوگ اپنی حفاظت کے لیے کسی بہادر شخص کو چن لیتے تھے۔ اس سردار کو قبیلے کا راجن کہتے تھے۔ وہ عوام کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار تھا اور اس کام کے بدلے میں عوام نے سردار کو ٹیکس یا لگان وصول کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔

سردار یا راجا کا انتخاب کسی خصوصیت کی بنا پر کیا جاتا تھا[1]

ستپتی برہمن میں راجا کے انتخاب کا جو طریقہ بتایا ہے وہ جمہوری سا ہے۔ لوگوں نے منو کو اپنا راجا منتخب کر لیا۔ حفاظت کی تمام ذمّہ داری منو نے لی اور لوگوں نے حکومت کرنے افسر مقرر کرنے اور ٹیکس وصول کرنے کے اختیار دیے[2]

تیتریہ برہمن کے مطابق پرجاپتی نے اندر کو راجا نامزد کر کے بھیجا تھا۔ نیابت کا نظریہ شیو سمرتی میں لکھا ہے کہ خدا نے راجا کو خلق کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس میں اندر دیوتا، وایو دیوتا، سورج دیوتا، اگنی دیوتا اور دیگر دیوتاؤں کی تمام خصوصیات یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہدایت ہے کہ راجا چاہے بچّہ کیوں نہ ہو لوگوں پر اس کا احترام واجب ہے[3] کہا جاتا ہے کہ نیابت الٰہی کا نظریہ یجر وید میں بھی ہے اور اسی وقت سے راجسوئی (CONSECRETION) یعنی تاجپوشی کے وقت مذہبی رسمیں ادا کرنے قربانی کرنے اور اشومیدھ یگیہ کی رسم شروع ہوئی[4] چانکیہ نے فن سیاست پر ایک کتاب لکھی تھی۔ جسے ارتھ ساستر کہتے ہیں۔ اس سے پیشتر راجا کا ہر کام مذہب کے مطابق ہوتا تھا۔

مگر اب سیاست کو برتری حاصل ہوگئی۔ بادشاہ کے اختیارات میں بھی اضافہ ہوگیا بادشاہ کو دھرم شاستر ہی کے مطابق حکومت کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی معاملے میں مذہب اور سیاست میں ٹکراو ہو جائے تو بادشاہ کو سیاسی مصلحت سے کام لینے کا اختیار ہے۔

اشوک نے مطلق العنانی میں سیکولر رنگ بھرا۔ وہ گوتم بدھ کی تعلیمات اور اصولوں سے متاثر تھا۔ راجا کے بارے میں گوتم بدھ کا ایک قول ملاحظہ فرمائیے۔:

"WHAT IS YOUR WORTH, O KING, WHO IS A MERE SERVANT OF THE JANA, AND RECEIVES THE 6TH PART OF THE WAGES". [۵]

اشوک کے بعد کنشک اور ہرش کے نظامِ حکومت میں یہی جھلک نظر آتی ہے گپت خاندان کے حکمرانوں خاص طور سے سمدر گپت کے یہاں منو سمرتی ارتھ شاستر اور مہابھارت کے سیاسی تصورات ملتے ہیں۔[۶]

نظامِ حکومت : ــــــ موریہ عہد میں نظامِ حکومت مرکزی تھا۔ یعنی سلطنت کے تمام صوبے مرکز کے ماتحت تھے۔ بادشاہ تمام شعبہ جات کا اعلا حاکم ہوتا تھا۔ جنگ میں شریک ہوتا تھا۔ مقدموں کا فیصلہ اور قانون کی ترجمانی کرتا تھا۔ لوگوں کے رسم و رواج اور مذہبی اصول کا خیال رکھتا تھا۔ چندر گپت موریہ کے عہد میں صلاح و مشورہ کے لیے وزیروں کی ایک کونسل تھی۔ وزیر بڑے وفادار ہوتے تھے۔

ارتھ شاستر میں حکومت کے افسروں کی تین قسمیں بتائی ہیں:۔ (۱) امیتیا، اس میں وزیر اعظم، پروہت، سیناپتی اور ولیعہد شامل ہوتے تھے۔ (۲) مہاماتر یعنی بڑے بڑے وزیر جو مختلف شعبوں کے انچارج ہوتے تھے (۳) وزیروں کے ماتحت افسر مندرجہ ذیل ہوتے تھے۔ جن کو ادھیکش یا سپرنٹنڈنٹ کہتے تھے۔

(۱) دربان (دوارکا) جو محل کے دروازے پر نگرانی کرتے تھے۔ (۲) انچارج حرم (انتروسِک) جو راجا کے حرم کی دیکھ بھال رکھتا تھا (۳) انچارج جیل (پراستری) (۴) انچارج مالیات (سمی دھاتا)، (۵) انچارج علاقہ (پرادیستری) (۶) انچارج راجدھانی (پورا) (۷) مجسٹریٹ (دیوہارک)، (۸) انچارج صنعت و حرفت (کرمانتک)، (۸) صدر کونسل وزرا، (منتری پرشد ادھیکش)، (۱۰) داروغہ (ڈنڈپال)، (۱۱) کلکٹر جنرل (سماہرتا)، (۱۲) انچارج سرحد (انتت پال)

ہر محکمے کا ایک انچارج ہوتا تھا۔ جو لدھیکش کہلاتا تھا۔ محکموں کی تعداد کافی تھی۔ مثلاً محکمہ جات، کان، دھات، ٹکسال، نمک، سونا، جنگلات، زراعت، لگان، چنگی اور ٹیکس اسلحہ، آبکاری اور جانوروں کی دیکھ بھال، صنعت و حرفت، جیل، جانور، جہاز رانی، بندرگاہ محکمہ جاسوس بھی تھا۔

راجا کو فوج کا اعلا افسر مانا جاتا تھا۔ اس کی مدد کے لیے سیناپتی فوج کا انچارج ہوتا تھا۔ جنگ کے شعبے کو چھے حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ (۱) ایڈ مائرل (۲) سامان فوج (۳) پیدل فوج (۴) گھوڑ سوار (۵) رتھ سوار (۶) ہاتھی سوار۔

صوبائی حکومت :۔ پوری سلطنت صوبوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ جس صوبے میں راجا کی راجدھانی ہوتی تھی وہ صوبہ براہ راست بادشاہ کے زیر انتظام رہتا تھا۔ بڑے بڑے صوبوں کے گورنر شاہی خاندان کے لوگ ہوتے تھے۔ ماتحت صوبے بھی تھے۔ جن کے حکمران کو وائسرائے کہا جاتا تھا۔ مرکزی صوبوں کے گورنر کمار کہلاتے تھے۔ باقی صوبوں کے گورنروں کو پردیشک کہتے تھے۔

میونسپل انتظام حکومت :۔ شہر کا اعلا افسر پورو یا وہرک کہلاتا تھا۔ میگستھنیز کا بیان ہے کہ شہر کے انتظام کے لیے چھے بورڈ مقرر کیے گئے تھے۔ ہر بورڈ ۵ ممبروں پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ بورڈ دستکاروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ جو شخص انھیں جانی یا مالی نقصان پہنچاتا تھا، اسے عدالت کے ذریعہ سزائے موت دی جاتی تھی۔ (۲) یہ بورڈ پردیسیوں کی نگرانی کرتا تھا (۳) یہ بورڈ پیدائش اور موت کا اندراج کرتا تھا۔ (۴) یہ بورڈ تجارت کی دیکھ بھال اور چیزوں کی خرید و فروخت کا انتظام کرتا تھا (۵) اس بورڈ کا کام یہ دیکھنا تھا کہ کوئی کاریگر نئی چیزوں میں پرانی چیزوں کی ملاوٹ کر کے فروخت نہ کرے اور (۶) یہ بورڈ تاجروں سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔

گانوؤں کا انتظام :۔ گانو کے لوگ ایک گرامک چنتے تھے۔ اس کی مدد سے پنچایت گانو کا انتظام کرتی تھی۔ پانچ یا دس گانوؤں پر ایک افسر مقرر کیا جاتا تھا جس کو گوپ کہتے تھے۔ ضلع کے ایک حصّے (یعنی تحصیل) کا انچارج استھانک ہوتا تھا۔ اِن افسروں کا کام لگان اور ٹیکس وصول کرنا، آبپاشی، جنگلات، اور رسل و رسائل کا انتظام کرنا تھا۔

انتظام عدالت :۔ میگستھینز کا بیان ہے کہ فوجداری کے قانون بہت سخت تھے۔ کسی کو زخمی کرنے یا ٹیکس بچانے یا بے ایمانی کرنے پر بھاری جرمانہ یا سزائے موت تک دی جاتی تھی عدالت کا حاکم اعلا راجا تھا۔ اس کا ماتحت پردیشتری کہلاتا تھا

اشوک کا نظام سلطنت اسی طرح کا تھا۔ اس نے دھمّا مہامت کا شعبہ قائم کیا تھا۔ اس شعبہ کا کام یہ دیکھنا تھا کہ لوگ دھمّا کے اصولوں پر چل رہے ہیں یا نہیں۔ عوام سے نرمی کا برتاو کیا جاتا تھا۔

کنشک کے دور میں صوبوں کے گورنروں کے اختیار بہت بڑھ گئے تھے۔ صوبیداروں کو چھترپ کہا جاتا تھا۔

گپت عہد میں سلطنت صوبوں میں تقسیم تھی۔ صوبیدار کو بھگتی کہتے تھے۔ ان بھگتیوں کو تنخواہ کے علاوہ زمین بھی دی جاتی تھی۔ دیش کا اعلا افسر گوپتری یا بھوگپتی کہلاتا تھا۔ وشے یا ضلع کا افسر وشے پتی کہلاتا تھا۔ اور گانوٗ کا افسر گرامک کہلاتا تھا۔

فاہیان گپت عہد کے انتظام سلطنت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس دور میں لوگ بلاخوف وخطر زندگی گزارتے تھے۔ قوانین اور سزائیں نرم تھیں۔ موت کی سزا نہیں دی جاتی تھی۔ جو شخص بغاوت کرتا تھا اس کا داہنا ہاتھ کاٹ لیا جاتا تھا۔ ملک میں مکمل طور پر امن قائم تھا۔ ہرش کے دور میں بھی نظام سلطنت لگ بھگ ایسا ہی تھا۔[۶]

حوالہ باب نمبر ۸

۱. یو۔ این۔ گھوشل، اے ہسٹری آف انڈین پبلک لائف (آکسفورڈ۔ ۱۹۶۶ء) ص۔ ۲۱۴
چوپڑا، پوری اینڈ داس، اے سوشل کلچرل اینڈ اکنامک ہسٹری آف انڈیا، ص ص۔ ۵۶ - ۵۸

۲. انڈیا: گورنمنٹ اینڈ اکنامک لائف ان اینشینٹ اینڈ مڈیول انڈیا (پبلی کیشن ڈویژن) ص ص۔ ۵۹-۶۰

۳. گھوشل، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۱۵ - ۱۱۸ - ۲۱۴ - ۲۱۹ - ۲۲۲

۴. ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۴۸ - ۱۵۸ - ۱۷۲ - ۱۷۳ ، ۲۵۶ - ۲۵۷

۵. چوپڑا، مذکورہ بالا، ایضاً اور انڈیا، مذکورہ بالا، ایضاً

۶. رام شرن شرما، ملاحظہ ہو باب۔ ۴ حوالہ۔ ۲، ص۔ ۲۷۳
ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ایضاً

باب (۹)

چندر گپت موریہ اور کوٹلیہ کا ارتھ شاستر

سکندر کے انتقال کے بعد چندر گپت موریہ (۳۲۳ ق۔م تا ۳۰۰ ق۔م) نے شمال مغرب کی یونانی ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد پنجاب کی کچھ ریاستیں جیتیں۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس نے شمالی ہند کی تمام ریاستوں کو فتح کرلیا۔ دکن میں میسور تک اپنی سلطنت کو بڑھایا۔ دکنی ریاستوں کو اپنا ماتحت بناکر چھوڑ دیا۔ ۳۰۵ قبل مسیح میں یونانی حملہ آور سیلوکس کو شکست دی۔ اس کے بعد یونان سے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔ سیلوکس نے اپنا سفیر میگستھینز چندر گپت موریہ کے دربار میں بھیجا اور چندر گپت نے ہندستانی سفیر کو سیلوکس کے دربار میں بھیجا۔ چندر گپت کی سلطنت میں افغانستان اور بلوچستان بھی شامل ہوگئے تھے[1]

چندر گپت نے اپنی فتوحات سے متحدہ ہندستان کی بنیاد ڈالی۔ اور پہلی بار ہندستان میں سیکولر انداز پر نظامِ سلطنت قائم کیا گیا۔ چندر گپت موریہ کی سلطنت اور نظامِ حکومت کے بارے میں زیادہ تر معلومات کوٹلیہ کی کتاب "ارتھ شاستر" سے ملتی ہیں۔

۱۹۰۵ء میں شماشاستری کو میسور کی لائبریری میں ارتھ شاستر کی ایک کاپی دستیاب ہوئی۔ اس کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ منو کے دھرم شاستر پر دینی رنگ غالب ہے۔ لیکن کوٹلیہ کے ارتھ شاستر پر (سیکولر) سیاسی رنگ زیادہ غالب ہے[2]

کوٹلیہ کا ارتھ شاستر ایک سیاسی دستاویز ہے پہلے باب میں دنیا کی ترقی کی رفتار

کے لیے علم سیاست کو ناگزیر بتایا ہے۔ یہاں تک کہ مذہب اور سیاست میں تصادم کی صورت میں سیاست کو ترجیح دینی چاہیے۔ دوسرے باب میں حکومت کے فرائض کا بیان ہے۔ افسروں کے فرائض، حکومت کے استحکام کی ترکیبیں اور جانچ پرتال کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ تیسرے باب میں فوج اور سپاہیوں کے فرائض پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں افسروں کے فرائض بیان کیے ہیں۔ اس میں شہریوں سے ٹیکس وصول کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔ جرم کی سزائیں، سیلاب، اور قحط پر قابو پانے کے طریقوں کا بیان ہے پانچواں باب وزیروں کی سازش اور علاحدگی کے بارے میں ہے۔ تنخواہیں مقرر کرنے کا ضابطہ بھی درج ہے۔ چھٹے باب میں بادشاہ کی خصوصیت اور بیرونی ریاستوں سے تعلقات قائم رکھنے کی بحث ہے۔ ساتویں باب میں حکومت کی چھے پالیسیوں کا بیان ہے۔ آٹھویں باب میں حکمراں کی اُن خامیوں اور لغزشوں کا بیان ہے جو سلطنت کے زوال کا سبب ہو سکتی ہیں۔ نویں اور دسویں باب میں جنگ کے جائز ہونے کی مذہبی اور منطقی دلیلیں بیان کی ہیں گیارھویں باب میں دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کے طریقے اور جاسوسی کام بتائے گئے ہیں۔ ۱۲ ویں اور ۱۳ ویں باب میں دشمن کے قلعے کو فتح کرنے کی ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔ چودھویں باب میں دشمن کو زک پہنچانے کے خفیہ طریقے درج ہیں۔[۳]

حوالہ باب نمبر ۹

۱۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۱۶

۲۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۴۶۔ ۱۵۹

۳۔ نہرو، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۱۳

حوالہ باب نمبر ۶

۱۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۶۰۔ ۶۷

۲۔ کملا سبرامنیم، مہابھارت (نئی دلی۔ ۱۹۶۵ء) ص ص۔ ۵۰۸۔ ۵۱۸
راکیش پوپلی، اورینگ ہیروز (نئی دلی۔ ۱۹۷۴ء)

۳۔ نہرو، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۹۴۔ ۹۸

۴۔ ایضاً

باب (۱۰)

اشوک اعظم اور مہاتما گوتم بدھ کا سیکولر نظریہ

قدیم ہند کی تاریخ میں اشوک اور گوتم بدھ کے نام بھلائے نہیں جا سکتے۔ ایچ۔ جی۔ ویلس نے" اشوک کو دنیا کی چھ عظیم شخصیتوں میں شمار کیا ہے۔ اشوک اور گوتم بدھ ہندستانی ہیں۔ ارسطو، عیسیٰ مسیح، روجر بیکن اور ابراہیم لنکن بیرون ہند کی شخصیتیں ہیں[۱]۔ ول ہیز نے اشوک کو اخناتن اور اکبر کے برابر سمجھا ہے[۲]۔ گوتم بدھ اور اشوک کو جس بات نے اتنا ہردلعزیز بنایا وہ اُن کا ہیومانزم اور سیکولرزم کا نظریہ ہے[۳]۔

اشوک (۲۷۳ ق۔م تا ۲۳۲ ق۔م) نے ۲۶۱ ق۔م میں کالنگ فتح کر کے مشرقی علاقے میں اپنی سلطنت پھیلائی۔ اس کی سلطنت میں شمال اور مغرب میں ہندوکش ہرات، قندھار، کابل اور بلوچستان کے قبائلی علاقے شامل تھے۔ کشمیر کی راجدھانی سری نگر اسی کی بسائی ہوئی ہے۔ شمال میں ہمالیہ کی ترائی کے علاقے، مشرق میں بہار، بنگال اور اڑیسہ شامل تھے۔ دکن کی حکومتیں چول ستیہ پتر اور کیرالہ پتر اس کی ماتحت ہوگئیں تھیں۔ اشوک کو قدیم حکمرانوں میں جو چیز ممتاز بناتی ہے وہ اس کا سیکولر طرزِ حکومت ہے۔

اشوک اور بدھ مذہب: کالنگ کی فتح اشوک کی پہلی اور آخری فتح ثابت ہوئی۔ تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی قید ہوئے اور ایک لاکھ جنگ میں مارے گئے[۴]۔ اشوک نے کالنگ کے راجا کو ماتحت بنالیا مگر اس جنگ کا اس کے دماغ پر گہرا اثر پڑا اور اس نے جنگ کی پالیسی کو چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ پھر ایک بدھ عالم

اُپاگپت سے متاثر ہوکر اس نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ وہ شروع میں اُپاسک بنا تھا۔ انتقال سے کچھ سال پہلے وہ بھکشوؤں کی جماعت میں شامل ہوگیا۔ اس نے جانوروں کا شکار کھیلنا بند کر دیا۔ پہلے گوشت کھانا کم کیا۔ شاہی باورچی خانہ میں جانور کافی تعداد میں کاٹے جاتے تھے۔ اب اس نے صرف دو مور اور ایک ہرن کے گوشت پر اکتفا کی۔ بعد کو یہ بھی بند کر دیا تھا۔ [۴۶]

گوتم بدھ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے اس نے اپنی سلطنت میں تقریباً چوراسی ہزار بدھ خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ بھروت اور سانچی کے مشہور استوپ بھی اسی نے تعمیر کرائے راجدھانی پاٹلی پتر میں ایک عالی شان محل تعمیر کرایا جو بودھ فن تعمیر کا اعلا نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ نو سو سال کے بعد بھی چینی سیاح، فاہیان نے محل کی بڑی تعریف کی ہے۔ اشوک نے بدھ مذہب کا تیسرا جلسہ اپنی تاجپوشی کے ۱۲ ویں سال میں کرایا۔ اس کی صدارت اُپاگپت نے کی تھی۔ اس اجلاس میں اختلافات کو دور کر کے گوتم بدھ کے اصولوں کی تبلیغ کے لیے دیگر ممالک کے دورے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

گوتم بدھ کا اصل پیغام دنیا میں امن اور سلامتی قائم کرنے کے لیے تھا۔ گوتم بدھ نے کہا تھا کہ نفرت کو محبت، غصّہ کو مہربانی اور برائی کو نیکی سے دور کیا جا سکتا ہے۔

"NEVER IN THIS WORLD DOES HATRED CEASES BY, HATRED CEASES BY LOVE, ANGER BY KINDNESS, EVIL BY GOOD". [۴۷]

گوتم بدھ کے پیغام میں مساوات، ہیومانزم اور سیکولرزم کا رنگ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ انسان پیدائشی طور پر نیچ ذات یا برہمن نہیں ہوتا بلکہ اپنے کردار اور عمل سے چھوٹا یا بڑا ہوتا ہے۔ بقول استمھ آج دنیا میں جتنا بھی بدھ مذہب پایا جاتا ہے وہ سب اشوک کی دین ہے۔ اس نے اپنے عقیدے سے دنیا کا نقشا ہی بدل دیا۔ [۴۸]

گوتم بدھ کی تعلیم پھیلانے کو اشوک نے ملک میں تقریباً دو سو چھتیس دورے کیے۔ گوتم بدھ کے تمام یادگاری مقامات کا دورہ کیا جن میں لمبینی باغ، کپل وستو، کاس نگر وغیرہ شامل تھے۔ ایک دھرم مہامرت، کا شعبہ قائم کیا۔ بدھ مذہب کے عالموں کو بیرون ملک بھیجا تاکہ وہ بدھ کی تعلیم کا پرچار کریں۔ اشوک نے اپنے بیٹے مہندر اور بیٹی سنگھ مترا کو بھی

باہر بھیجا تھا۔ سنگھ مترا نے سیلون کے شہر انورادھ پورم میں بودھی درخت لگایا تھا۔ یہ ڈھائی ہزار سال پرانا درخت آج بھی وہاں موجود ہے۔ اشوک نے ملک کے کونے کونے میں اپنا فرمان چٹان اور میناروں پر کھُدوائے۔

اشوک کا سیکولر طرزِ حکومت:۔۔۔ اشوک نے بدھ مذہب کو ریاست کا مذہب قرار نہیں دیا۔ اور دوسرے مذہب والوں پر زبردستی بدھ مت تھوپنے کی کوشش بھی نہیں کی بلکہ وہ دوسرے مذہبوں کی عزت کرتا تھا۔ وہ پرجا کو اپنی اولاد سمجھتا تھا۔ اس نے قدیم ہند میں ایک نئے طرزِ حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ ایک فرمان کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:۔

"ALL MEN ARE MY CHILDREN. AND JUST AS I DESIRE FOR MY CHILDREN THAT THEY MAY ENJOY EVERY KIND OF PROSPERITY AND HAPPINESS, BOTH IN THIS WORLD AND THE NEXT SO ALSO I DESIRE THE SAME FOR ALL MEN". ۹

افسروں کو سخت تاکید تھی کہ دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ عزت اور رواداری کا برتاؤ کریں۔ فرمان ملاحظہ ہو۔

"ALL SECTS MAY DWELL AT ALL PLACES BECAUSE THEY ALL DESIRE SELF-RESTRAIN AND PURIFICATION OF HEART". ۱۰

اشوک اور عوامی بہبود کے کام:۔۔۔ اشوک نے انسانوں اور جانوروں کے لیے جگہ جگہ اسپتال کھلوائے۔ باقاعدہ دواؤں کا انتظام کیا۔ آمد و رفت کی سہولت کے لیے سڑکیں بنوائیں۔ سڑکوں کے دونوں طرف آم کے پھل دار درخت، برگد اور پیپل کے درخت لگوائے۔ مسافروں کے ٹھہرنے کو سرائیں اور مسافر خانے بنوائے۔ پانی پینے کے لیے ہر آدھ کوس کے فاصلے پر کنوئیں کھدوائے۔

اشوک ہر سال تاجپوشی کے دن تمام قیدیوں کو رہا کر دیتا تھا۔ ۲۷ سال میں اس نے ۲۵ مرتبہ قیدیوں کو رہا کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ قیدیوں میں بھی سدھار لایا جا سکتا ہے اور

وہ بھی اخلاقی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ رومیلا تھاپر نے قیدیوں کی اصلاح کے سلسلے میں اشوک کی پہل کو سراہا ہے کہ سزائے موت پانے والوں کو تین دن کی مہلت دی جاتی تھی۔ ان کا

"HE INTRODUCED THE CONCEPT OF REFORMING THE PRISONS, LOOKING AFTER THE PRISONERS FAMILY IS A MODERN CONCEPT IN THE PENAL SYSTEM AND SPEAKS WELL FOR THE FORESIGHT OF THE MAURYAN ADMINISTRATION".[۱۱]

رشتہ دار بے گناہی کا ثبوت دے کر انھیں بچانے کی ایک اور کوشش کر سکیں[۱۲]۔

اشوک عوام کی بھلائی کے کام کرنے کو ہر وقت اور ہر جگہ تیار رہتا تھا اس کی ہدایت تھی کہ اگر وہ حرم میں بھی ہو تب بھی عوامی بہبود کے کام میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بڑا محنتی اور سنجیدہ حکمراں تھا[۱۳]۔

حوالہ باب نمبر ۱۰

۱. میکفیل، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۸، ۸۳۔ ۸۶

۲. ہیئر، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۰۔ ۱۷

۳. رومیلا تھاپر، اشوک اینڈ ڈکلائن آف دی موریہ ایمپائر، ص ص۔ ۱۱۸، ۱۵۴۔ ۱۵۹، ۲۰۵۔ ۲۰۶

۴. نہرو، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۱۷، ۱۲۲۔ ۱۲۳

۵. اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۶۵۔ ۱۷۷

۶. تریپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۶۷۔ ۱۶۹

۷. اسمتھ، مذکورہ بالا، ایضاً

۸. ہیئر، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۵۔ ۱۱۴

۹. تھاپر، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۸۱۔ ۱۹۸، ۲۰۵۔ ۲۰۹

۱۰. ہیئر، مذکورہ بالا، ص ص۔ ایضاً

۱۱. تھاپر، مذکورہ بالا، ایضاً

۱۲. ایضاً

۱۳. نہرو، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۲۳

باب (۱۱)

کنشک اور اس کی رواداری کی پالیسی

قدیم ہند میں اشوک کے بعد اگر کسی کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی تو وہ کنشک ہے۔
کنشک نے اپنی سلطنت بڑھانے کو چندر گپت موریہ کی پالیسی اپنائی اور نظام حکومت میں اشوک کی پیروی کی۔ اس نے بھی سیکولر پالیسی اپنائی تھی۔

کنشک ۱۲۰ء اور ۱۲۵ء کے درمیان تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ کشمیر سے شروع کیا۔ اور وہاں کنشک پور نام کا ایک شہر آباد کیا۔ اب اسے کانپور کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس نے پاٹلی پتر کو فتح کیا۔ پشاور شہر آباد کیا اور اسی کو اپنی راجدھانی بنایا۔
کنشک کی حکومت مشرق میں پاٹلی پتر اور دکن میں نربداندی کے کنارے تک پھیل گئی تھی۔ کنشک نے ایران کے بادشاہ خسرو کو بھی شکست دی تھی۔ چین کے علاقے خوتان، یارقند اور کاشغر اس نے اپنی سلطنت میں ملا لیے اور چین کے شہزادوں کو ضمانت کے طور پر اپنے یہاں رکھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر کے صوبیدار مقرر کیے۔ وہ انتظام سلطنت کے ذمّہ دار تھے۔ وہ اپنے سکّے بھی جاری کر سکتے تھے، صوبوں کو چھترپ اور مہا چھترپ کہا جاتا تھا ـــــــ۔ وزیروں کی ایک کونسل تھی جس کا نام "پرشدیم" تھا۔ کونسلر کو "تلک" کہتے تھے۔

کنشک اور بدھ مذہب: ـــــــ اشوک کی طرح اس کے رویہ میں تبدیلی آئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کنشک کی ایران سے جنگ دراصل جنگ کلنگ ثابت ہوئی۔
اس جنگ میں نو لاکھ جانیں ضائع ہوئی تھیں۔ اس وقت اس کا ذہن

بدلا۔ اس نے بدھ مذہب اختیار کرلیا۔ اور اشوک کی پالیسی بھی اپنائی۔ بلدیو کمار کا خیال ہے کہ یہ تبدیلی پاٹلی پتر کی فتح کے بعد آئی۔ پاٹلی پتر سے وہ بدھ مذہب کے عالم اشوگھوش کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اشوگھوش نے کنشک کو سمجھایا کہ خون خرابہ عظیم گناہ ہے۔ اور تبھی سے کنشک نے بدھ مذہب اختیار کرلیا۔[۱۵]

کنشک پر بدھ مذہب کے دو عالموں، پارشو اور اشوگھوش کا بہت اثر تھا۔ بقول نواب علی قریشی بدھ مذہب کی تاریخ میں اشوک کے بعد کنشک کا نام آتا ہے، جس نے بدھ مذہب کی تبلیغ اشوک ہی کے انداز پر کی۔ چوں کہ کنشک کی سلطنت میں وسط ایشیا کے کئی ملک شامل تھے۔ اس لیے اسے ان ملکوں میں بدھ مذہب کی تبلیغ کرنے میں بڑی آسانی ہوئی۔[۱۶]

بدھ مذہب کا عظیم جلسہ :۔ اس وقت تک بدھ مذہب میں اٹھارہ فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ دو خاص فرقے ہنایان اور مہایان تھے۔ کنشک نے پارشو کی مدد سے اختلافات دور کرنے کو ایک جلسہ کیا جس میں تقریباً پانچ سو ارہتوں نے حصہ لیا۔ یہ جلسہ کشمیر کے کندل بن میں ہوا تھا۔ کچھ مورخ اسے چوتھی کونسل بھی کہتے ہیں۔ تاراناتھ اس کو تیسری کونسل بتاتے ہیں۔[۱۷] ایک مشہور بدھ عالم وشوامتر کو اس جلسہ کا صدر چنا گیا۔ اور اشوگھوش کو نائب صدر مقرر کیا گیا۔ اس جلسے میں مہایان فرقے کے اصول جمع کیے گئے اور آٹھ کتابیں ترتیب دی گئیں۔ ان کو گرنت کہا گیا۔ اس جلسے میں بدھ مذہب کے اٹھارہ فرقوں کو تسلیم کرلیا گیا۔ بدھ مذہب کی کتاب ونایا، کو تحریری شکل دی گئی۔ اور سوتر پیٹاکا کے جو حصے بغیر لکھے رہ گئے تھے انھیں لکھ لیا گیا۔ کتابوں کی زبان کو آسان اور عام فہم بھی بنایا گیا۔ جلسے کے بعد فیصلوں کو تانبے کی پلیٹوں پر لکھ کر ایک استوپ میں محفوظ کردیا گیا۔ یہ کتاب مہاودھاش کے نام سے چین میں موجود ہے۔

کنشک نے بہت سی خانقاہیں اور استوپ تعمیر کرائے۔ پشاور کا لکڑی کا بہت بڑا استوپ کافی مشہور ہے۔ یہ عمارت چار سو فٹ سے بھی زیادہ بلند بتائی جاتی ہے۔ اس عمارت کی تعمیر کرانے کے لیے کنشک نے یونان کے مشہور معمار۔ آگی سال AGESILOS کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس عمارت میں کنشک نے گوتم بدھ کی راکھ کشمیر سے منگا کر دفن کی تھی۔ کنشک نے کشمیر میں بھی استوپ تعمیر کراتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے

کہ کنشک ہندو دیوتاؤں کو بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔[۴]

کنشک کا دور فن و ادب کے فروغ کے لیے بھی مشہور ہے۔ گندھار فن کا مشہور اسکول کنشک ہی کی دین ہے۔ یہ فن ہندستان اور یونان کے ملے جلے تمدن کا نمونہ ہے۔ سانچی اور بھارہٹ BHARHUT میں جاتک کہانیوں کے مناظر اسی فن کا ثبوت ہیں۔ گندھار میں پہلی بار بدھ جی کی مورتیاں بھی بنائی گئیں۔ اس طرح یہ فن مہایان فرقے کے خیالات کو ظاہر کرتا ہے۔[۵]

حوالہ باب نمبر ۱۱

۱۔ بلدیو کمار، دی اَرلی کشانس (نئی دلی۔ ۱۹۷۳ء) ص ص۔ ۸۷۔ ۱۱۰، ۲۲۵

بی۔ این پوری، انڈیا انڈر دی کشانس (بمبئی ۱۹۶۵ء) ص ص۔ ۷۹۔ ۸۱، ۱۳۶۔ ۱۳۷، ۱۴۳

۲۔ قریشی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۴۶۔ ۱۵۲

۳۔ پوری، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۳۶۔ ۱۴۴، ۱۵۶

۴۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۸۶۔ ۱۹۰، ۲۴۸۔ ۲۵۱

۵۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص۔ ۲۳۲

حوالہ باب نمبر ۷

۱۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۹۶۔ ۱۰۳

قریشی، مذکورہ بالا، ص ۷۸۔ ۸۴

۲۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۷۰۔ ۱۷۷

۳۔ جیمس۔ ایم۔ میکفیل، دی ہیریٹیج آف انڈ، اشوک (آکسفورڈ۔ ۱۹۲۸ء) ص ص۔ ۳۲۔ ۴۰

۴۔ محمد مجیب، مذکورہ بالا، ص۔ ۹۹

۵۔ ول ہیز، اشوک (لندن۔ ۱۹۳۱) ص ۱۴

۶۔ محمد مجیب، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۹۹۔ ۱۰۰

۷۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۷۰

۸۔ نہرو، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۱۱۔ ۱۶۵۔ ۱۷۱

۹ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۲۹۔ ۲۳۴

باب (۱۲)

گپت خاندان کا عروج، ایک سنہری دور

گپت خاندان کا بانی سری گپت (۲۷۵ء تا ۳۰۰ء) مگدھ سلطنت میں ایک چھوٹی سی ریاست کا راجا تھا۔ اس کا جھکاو بدھ مذہب کی طرف تھا۔ اس نے مگدھ میں ایک بودھ چینی سیاح کے سواگت میں ایک خانقاہ بنوائی تھی۔ اس نے اپنی رعایا کے ساتھ مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی۔ سری گپت کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا گھوٹو کچا (۳۰۰ء تا ۳۲۰ء) حکمراں بنا۔ اس نے اپنے بیٹے چندر گپت اوّل کی شادی ۳۰۸ء میں مشہور حکمراں لچھوی خاندان کی لڑکی کمارا دیوی سے کر دی تھی۔ اس شادی سے گپت خاندان کی عزّت بڑھ گئی۔ اس خاندان کی مدد سے چندر گپت نے یونانی وائسرائے کو مگدھ سے نکال دیا۔ الٰہ آباد اور اودھ کو اپنی حکومت میں ملا لیا۔ بعد کو لچھوی خاندان کے کچھ علاقے بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیے۔

پاٹلی پتر پر قبضہ کر کے اس کو اپنی راجدھانی بنا لیا۔ چندر گپت اوّل نے ان تمام فتوحات کے بعد مہاراج ادھیراج کا لقب اختیار کیا، اور ۳۲۰ء میں گپت سمبت رائج کیا۔ اس نے ۳۳۵ء تک حکومت کی۔

سمدر گپت (۳۳۵ء تا ۳۷۸ء) اس کا جانشین بنا۔ وہ اس کی اولاد میں سب سے چھوٹا تھا۔ مگر اس کی اعلا صلاحیت دیکھ کر مہاراجا نے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

سمدر گپت اس خاندان کا سب سے بہادر اور طاقتور حکمراں تھا۔ قدیم ہند کی تاریخ میں دو ہی ایسے حکمراں ہوئے جنھوں نے پورے ہندستان کو فتح کر کے ایک متحدہ

حکومت قائم کی۔ ایک چندر گپت موریہ اور دوسرا سمدر گپت۔ سمدر گپت نے دنیا کو فتح کرنے کے خواب کو پورا کر کے دکھایا۔ اس وجہ سے مورخین نے سمدر گپت کو ہندستان کا نپولین کہا ہے۔[۱]

سمدر گپت نے عالموں اور دانش وروں کی صحبت میں رہ کر شاستروں کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ ایک بڑا شاعر تھا، اور موسیقی سے بھی لگاو رکھتا تھا۔ اس کے دربار کا سب سے مشہور شاعر ہری سین تھا جس نے سمدر گپت کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔

سمدر گپت اصل میں چندر گپت موریہ کی جنگی پالیسی اور چانکیہ کے ارتھ شاستر سے بے حد متاثر تھا۔ بی۔ جی گوکھلے کا خیال ہے کہ چانکیہ کے ارتھ شاستر کے جنگی اور سلطنت بڑھانے کے اصول کا سمدر گپت پر بہت اثر پڑا تھا۔ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہوں۔

"TERRITORIAL EXPANSION WAS THE NATURAL AND LEGITIMATE BUSINESS OF THE PRINCES AND THERE WAS NO GREATER JUSTIFICATION OF WAGING WAR THAN THE ABILITY TO DO SO AND ENLARGE THE SIZE OF THE KINGDOM".[۲]

اپنی پہلی آریہ ورت یعنی شمالی ہند کی فتح میں سمدر گپت نے رام نگر، (بریلی)، کے حکمراں اہی چھتر کو شکست دی، ناگ سین سے مارواڑ اور متھرا چھین کر اپنی حکومت میں ملائے کوٹا راجا کو ہرایا۔ اور جب ان تینوں راجاؤں نے متحد ہو کر سمدر گپت کی غیر موجودگی میں بغاوت کی تو دکن سے واپسی پر دوسرے آریہ ورت مہم میں سمدر گپت نے ان تینوں حکمرانوں کو شکست دی تھی اور انھیں ماتحتی قبول کرنی پڑی۔ ان حکومتوں کے علاوہ شمال ہی میں ناگ دت اور متیلا کے راجا رُدر دت کو بھی شکست فاش دی اور ان کی ریاستوں کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔

سمدر گپت نے اپنی دکن کی مہم میں بارہ ریاستوں پر حملہ کر کے ان پر فتح پائی۔ کوشل کے راجا مہندر سین کو ہرا کر اس کی ریاست کے علاقے، بلاس پور، رائے پور، سمبھل پور اور اڑیسہ اپنے ماتحت کر لیے۔ گونڈوانا بستار بھی فتح کیے۔ آندھرا پردیش کی ریاستیں پشٹا پور، وینگی، کوٹورا، کنجیورم (مدراس) ایلورا، شمالی ارکاٹ، کوستھال پور فتح کیے۔ سمدر گپت نے ان ریاستوں کے حکمرانوں کو ماتحت بنا کر ان کی حکومتیں واپس کر دیں اور ان

سے خراج وصول کیا۔ جب سمدر گپت دکن سے واپس آیا تو بے حد دولت اپنے ساتھ لایا۔ نیپال، آسام وغیرہ ریاستوں نے ماتحتی قبول کرلی۔ سمدر گپت، وشنو بھگوان کو مانتا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی تھی۔

چندر گپت دوم وکرمادیتہ :۔ ۳۷۵ء میں سمدر گپت کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا رام گپت تخت نشین ہوا۔ مگر وہ بہت کمزور تھا۔ اس کے قتل کے بعد چھوٹا بھائی چندر گپت دوم وکرمادیتہ حکمراں بنا۔ (۳۷۵ء تا ۴۱۴ء) اس نے ناگا حکمرانوں سے سوراشٹر اور کاٹھیاواڑ جیتے۔ اس میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ اس کا عہد امن، خوش حالی اور ادب و فن کی ترقی کے لیے مشہور ہے۔

ادب اور فن کا فروغ :۔ گپت عہد خصوصاً چندر گپت وکرمادیتہ کے دور میں سنسکرت ادب کی بڑی ترقی ہوئی۔ چندر گپت وکرمادیتہ کے نورتنوں میں سب سے مشہور شاعر اور ڈراما نویس کالی داس تھا۔ کالی داس نے دو رزمیہ نظمیں لکھیں، یعنی رگھو بنش اور کمار شمبھو، تین مشہور ڈرامے لکھے یعنی شکنتلا، وکرما درسی اور مالوِکا گنی منتر اور دو مشہور نظمیں لکھیں، یعنی رِتو سنگھار اور میگھ دوت۔ ایک دوسرے ڈراما نویس نے ڈرامہ مدرا راکشس لکھا۔ ایک عالم امر سنگھ نے مشہور امر کوش، لغت لکھی۔ بقول ایشوری پرشاد مشہور قصوں کی کتاب پنج تنتر بھی اسی زمانے میں لکھی گئی۔ دیگر رتنوں میں علم ریاضی کا مشہور عالم آریہ بھٹ اور نجوم کا ماہر ورامِہر رسی اسی زمانے کے ہیں۔ گرامیرین، وراڑچی، طبیب، دھن ونتری ایک اور نجومی، شاپنک، معمار شانکو جادوگر۔ ویتال بھٹ اور گھٹا کارپر تھے۔ وتس بھٹی کمار گپت کے زمانے کا شاعر تھا۔

اسی زمانے میں پرانوں کی دوبارہ ترتیب ہوئی۔ سمرتی، سوتر اور بھاشیہ بھی اسی زمانے میں ترتیب دیے گئے۔ اجنتا اور ایلورا میں فن سنگتراشی اسی زمانے کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ اعلا اقتصادی خوشحالی اور امن وامان کی وجہ سے اس دور کو قدیم ہند کا سنہری دور قرار دیا گیا ہے۔

رواداری کی پالیسی :۔ فاہیان (۴۰۵ء تا ۴۱۱ء) ہندستان آیا تھا۔ اس نے اپنی کتاب فو۔کو۔کی FO-KUO-KI میں لکھا ہے کہ بدھ مذہب، پنجاب، متھرا اور بنگال میں بہت مقبول تھا۔ متھرا میں تقریباً بیس بدھ مذہب کی خانقاہیں تھیں۔ جہاں تین ہزار بھکشو رہتے تھے۔ گپت حکمراں، وشنو کو مانتے تھے۔ شیو اور سورج دونوں کی پوجا کرتے تھے۔ گپت حکمراں

خاص طور سے سمدر گپت اور چندر گپت وکرما دیتہ نے بدھ مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ رواداری کی پالیسی اپنائی تھی۔ چندر گپت کا ایک وزیر ویر سین بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ سزائیں زیادہ سخت نہیں تھیں۔ موت کی سزا نہیں دی جاتی تھی۔ رہزنی اور لوٹ مار نہیں تھی۔ لوگ بغیر ویزے کے ایک ریاست سے دوسری ریاست میں جا سکتے تھے۔

بدھوں کی مشہور تعلیمی درسگاہ نالندہ یونی ورسٹی میں بدھ علما مختلف علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ کمار گپت اوّل کے زمانے میں نالندہ یونی ورسٹی پانچویں صدی کے وسط میں قائم ہوئی تھی۔ پاٹلی پتر، اب بھی بدھ مذہب کے علوم و فن کا مرکز تھا۔ سب سے زیادہ مورتیاں اس زمانے میں بدھ جی اور شوجی کی بنائی گئیں اجنتا کے غاروں میں بھی کچھ نقش کاری اسی زمانے کی ہے۔

تاریخ میں جو شہرت گپت دور کو حاصل ہوئی وہ صرف فتوحات کی وجہ سے نہیں بلکہ ملک میں ہر طرح کی ترقی ___________ اور گپت حکمرانوں کی مذہبی رواداری کی پالیسی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ نواب علی قریشی کا بیان ہے "گپت حکمراں برہمن مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے بھی مذہبی معاملات میں ہر طرح کی رواداری برتتے تھے۔ گپت خاندان کے راجا بدھ مذہب کی خانقاہوں کو جاگیریں دیتے تھے۔ اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ امن اور چین کی زندگی گزارتے تھے۔ اور ان کے درمیان کوئی فرقہ وارانہ جھگڑا نہیں ہوتا تھا"[۴]

حوالہ باب نمبر ۱۲

۱۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۶۵ - ۲۶۸، ۲۷۴، ۲۷۹، ۲۸۲

تریپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۲۷ - ۲۵۹ - ۲۶۱

ملاحظہ کیجیے، رگھوناتھ راؤ۔ اے ہسٹری آف دی گپتا ایج

۲۔ تریپاٹھی، ایضاً، ملاحظہ کیجیے، شماشاستری، ارتھ شاستر

۳۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۷۰ - ۲۸۲، ۳۱۷ - ۳۱۸

۴۔ قریشی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۵۴ - ۱۶۵

باب (۱۳)

ہرش وردھن اور تاریخ نویسی کا آغاز

ہرش وردھن (۶۰۶ء تا ۶۴۸ء) ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ ۶۱۲ء تک ہرش پانچویں ہندستان کا مالک بن گیا تھا۔ اس کی سلطنت میں مشرقی پنجاب، اتر پردیش، بہار، بنگال اور اڑیسہ شامل تھا۔ اس نے دوسرے حکمرانوں سے دوستانہ تعلقات رکھے۔ آسام کا راجا بھاسکرورمن اس کا دوست تھا، ہرش وردھن نے ولبھی راجا دھروسین سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ اس نے ایک سفیر ۶۴۱ء میں چین بھیجا۔ چین کا سفیر ہیون سانگ اسی کے عہد میں ہندستان آیا۔
ہرش کے عہد کا حال ہمیں اسی چینی سیاح اور بان بھٹ کے ہرش چرتر سے معلوم ہوتا ہے۔

ہرش کی سب سے بڑی خوبی اس کی روشن خیالی ہے

ابتدا میں ہرش اگرچہ شیو کا عقیدت مند تھا۔ لیکن آخر میں وہ گوتم بدھ کی تعلیمات اور اصولوں سے بہت متاثر ہو گیا تھا۔ اس کے کارناموں میں اشوک کی جھلک ملتی ہے۔

اس نے اپنی حکومت میں سیکولر اور عوامی بہبود کے کام کیے۔ ہیون سانگ نے ہرش کی رعایا پروری اور غریب نوازی کی بے حد تعریف کی ہے۔ اس نے بیماروں کے لیے اسپتال، مسافروں کے لیے سرائیں اور مسافر خانے بنوائے۔ جن میں دوائیں اور کھانا مفت ملتا تھا۔ غریبوں کی مدد کے لیے الگ سے ادارے قائم تھے۔

ہر پانچویں سال ہرش اپنا سب کچھ خیرات کر دیتا تھا۔ اپنے پورے عہد میں اس نے چھے مرتبہ اپنی تمام دولت پریاگ جا کر غریبوں اور ضرورت مندوں کو دان کی۔ اس لحاظ سے ہرش بے مثال اور لاثانی تھا۔[1]

ہرش پر گوتم بدھ کی تعلیمات کا اثر: ہرش نے پریاگ کے پانچ سالہ جلسے میں شیو، سورج اور گوتم بدھ تینوں کی پوجا کی تھی۔ مورخین کی عام رائے ہے کہ وہ اپنے آخری زمانے میں بدھ مذہب کی طرف زیادہ مائل ہو گیا تھا۔ اس کی بہن راج شری بھی بدھ مذہب کی طرف مائل تھی۔ وہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ مہربانی اور فیاضی کا سلوک کرتا تھا۔ ہیون سانگ لکھتا ہے کہ اس نے راجدھانی قنوج میں بدھ مذہب کی سو خانقاہیں تعمیر کرائی تھیں۔ سنگھ رام استوپ کے لیے ہرش نے کشمیر سے بدھ جی کی یادگار منگائی تھی۔ اس نے گوشت کھانے پر پابندی لگا دی تھی۔

قنوج شہر میں شاندار جلوس نکالا گیا۔ جس میں بدھ جی کی تین فٹ کی سونے کی مورتی ہاتھی پر رکھ کر نکالی گئی تھی۔ یہ جلسہ تقریباً اٹھارہ دن تک چلا۔ اس جلسے میں ہیون سانگ نے مہایان فرقے کے عقائد اور اصولوں پر بہت اہم تقریریں کیں ۶۴۳۔ ۶۴۲ء میں ہرش نے پریاگ میں چھٹا اور آخری جلسہ کیا۔ اس میں ہیون سانگ نے شرکت کی۔ یہ جلسہ تقریباً پچھتر دن تک جاری رہا۔ اس جلسے میں ہر مذہب کے ماننے والے اور ہر ذات کے لوگ دان لینے آتے تھے۔

جلسے کا آغاز ایک شاندار جلوس سے کیا گیا۔ اس کے بعد ہرش نے سب سے پہلے بدھ جی کی پوجا کی۔ بدھ جی کی مورتی پر سب سے زیادہ دولت چڑھائی، دوسرے دن سورج کی پوجا کی اور تیسرے روز ہرش نے شیو کی پوجا کی۔ وہاں اس نے پہننے کے کپڑے تک دان کر دیے۔ بہن راج شری سے اپنا تن ڈھکنے کو کپڑے مانگے، ہیوں سانگ کی روانگی پر اس کی حفاظت کے پورے انتظامات کیے گئے۔ سفر کے علاوہ بہت سے تحفے دیے گئے۔

ہرش نے نالندہ یونی ورسٹی کی سرپرستی کی اخراجات کے لیے تقریباً تین سو گانو وقف کر دیے تھے۔ ہیون سانگ نے نالندہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس زمانے میں ہندستان کے مختلف حصوں کے تقریباً دس ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے۔ ہیون سانگ نے یہاں تقریباً تین سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔

ہرش نے اپنی حکومت میں غیر جانبداری، مذہبی رواداری اور سیکولر اصول کی پالیسی اپنائی۔ اسی لحاظ سے ہرش میں ہمیں اکبر اعظم کی جھلک نظر آتی ہے[۲۵]

ہرش وردھن کے دور میں تاریخ نویسی کا آغاز: ہرش وردھن کے دور

میں علم وفن اور ادب کی قابل قدر ترقی ہوئی۔ خاص طور سے اس دور میں مفکر، ہیئت داں، لغت نویس، ماہر صرف و نحو، شاعر اور مصنف پیدا ہوئے۔ سنسکرت ادب کے، بھاوبھوتی اور بان بھٹ جیسے عظیم شاعر اور مصنف پیدا ہوئے۔

بان بھٹ کے ہرش چرتر میں ہرش کے حالات زندگی درج ہیں۔ اس تصنیف کو تاریخی ماخذ سمجھنا چاہیے۔

بان بھٹ پرٹی کوٹ کے برہمن ذات کے وتس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے والد چتر بھانو نے اسے تعلیم دی۔ ۱۲ سال کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد ہندستان کے مشہور مقامات کا دورہ کرکے اس نے اپنے علم اور مشاہدے میں اضافہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے مخالفین نے آوارہ گردی کا الزام لگاکر ہرش وردھن تک شکایت پہنچا دی۔ یہی شکایت بان بھٹ کے دربار میں پہنچنے کا ذریعہ بنی۔

ہرش خود بھی شاعر تھا۔ اور علم وادب کا دلدادہ بھی۔ وہ مردم شناس حکمراں تھا۔ اس نے بان بھٹ کی صلاحیتوں کو پہچان لیا اور درباری امیروں میں شامل کرلیا۔ ہرش کے حالات کو بان بھٹ نے "ہرش چرتر" کے نام سے لکھا ہے۔

بان بھٹ نے "ہرش چرتر" کی ابتدا میں شیو، پاروتی اور مصنف ویاس سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ مختلف علاقوں کی زبان اور اسلوب بیان پر تبصرہ کیا ہے۔ مشہور داستان نگار واسودت اور ہری چندر معروف شاعر پروسین اور کالی داس کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ہرش کی تعریف میں کچھ شعر لکھے ہیں۔ یہ باب منظوم ہے۔ باقی کتاب نثر میں لکھی ہے۔

"ہرش چرتر" میں آٹھ باب ہیں۔ اوّل باب میں بان بھٹ کی زندگی اور خاندانی تذکرہ ہے۔ باب دوم میں ہرش سے ملاقات کا قصہ، باب سوم میں ہرش کے حالات بیان کرنے کی وجہ بتائی ہے۔ دوستوں کے اصرار پر یہ کام ہوا۔ باب چہارم میں ہرش کے خاندان کا تفصیلی بیان ہے۔ باب پنجم میں ہرش کے بھائی راجیہ وردھن کی ہنوں کے خلاف جنگ اور اس کے والد پربھاکر وردھن کے انتقال کا بیان ہے۔ باب ششم میں والد کے انتقال پر دونوں بھائیوں کے گہرے غم کا بیان ہے انھوں نے راج پاٹ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ان کے بہنوئی گرہ ورمن کو مالوہ کے راجا نے قتل کردیا تھا۔ راجیہ وردھن نے اسے جنگ میں ہرا دیا۔ مگر گوڑ کے راجا

سسانک نے اسے قتل کر دیا۔ یہ باب ایسے ہی واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ باب ہفتم میں ہرش وردھن کی تخت نشینی، بھائی کے قاتل سے بدلہ لینے کا بیڑا اٹھانے نیز دنیا کو فتح کرنے کے عزم کا بیان ہے۔ باب ہشتم میں فوج لے کر ہرش کے کوچ کرنے، بھنڈی کو گوڑ کے راجا سے جنگ کرنے کو بھیجنے، بہن راج شری کی تلاش اور ملن کا بیان ہے۔

بان بھٹ نے "کدامبری" کتھا کے روپ میں لکھی ہے۔ "ہرش چرتر" کو وہ 'اکھیایکا' یعنی نثری حقیقی داستان کے زمرے میں رکھتا ہے۔ بعد کے مصنفین نے بان بھٹ کی اکھیایکا، کی ہیئت کو اپنایا۔ ساہتیہ درپن کے مصنف وشوناتھ نے بھی نثری داستان کی تعریف کرتے وقت بان بھٹ کے "ہرش چرتر" کو اپنا نمونہ مانا ہے۔

چینی سیاح ہیون سانگ کے بیانات سے بھی 'ہرش چرتر' کے واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مورخ آر۔ کے مکرجی نے ہیون سانگ کے مقابلے میں بان بھٹ کو مستند مانا ہے۔[۳]

حوالہ باب نمبر ۱۳

۱۔ نیتا شرما، دی پروزورکس آف بان، دی ہرش چرتر، ص ص۔ ۲۸-۳۰، ۵۰-۵۳، ۱۱۲

۲۔ بیج ناتھ شرما، ہرش اینڈ ہز ٹائمس، ص ص۔ ۵۰-۱۰۴، ۱۱۴

تریپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۲۴

اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۱۷-۲۱۹

قریشی، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۶۹-۱۷۸

۳۔ نیتا شرما، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۸-۳۰

باب (۱۴)

راجپوت ریاستوں کا عروج اور زوال

۸ ویں صدی عیسوی سے ۱۲ ویں صدی عیسوی تک کا زمانہ " راجپوت عہد " مانا جاتا ہے ہندستان میں سبھی حکمراں راجپوت نہیں ہوے۔ لیکن شمالی ہند کے کچھ راجپوت حکمرانوں نے بڑی شہرت اور عظمت حاصل کی۔ اس لیے اس عہد کو راجپوتوں کا عہد کہا جاتا ہے۔

راجپوت قوم کی ابتدا کے سلسلے میں مورخین میں اختلاف رائے ہے۔ ٹوڈ اور بھنڈارکر کی رائے میں راجپوت بیرونی قوم خاص طور سے ستھئین قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسمتھ کا خیال ہے کہ ہن قبیلے کا " گرجر " گروہ پنجاب میں آکر بس گیا تھا۔ " گوجر " آج بھی شمال مغربی ہند میں موجود ہیں۔ پنجاب کے " جٹ " اور یو۔ پی کے " جاٹ " ، گوجروں سے ملتے جلتے ہیں۔ پنجاب کے جٹ اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں۔ اسمتھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ چھتری ذات کا تعلق ان کے کام سے ہے جس نے بھی حکمرانی کی خواہ وہ بیرونی قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں یا اندرونی قبیلے ہوں انھیں چھتری یا راجپوت مان لیا گیا۔[۱]

ہرش کے زمانے سے قنوج ایک بڑا سیاسی مرکز رہا ہے۔ ہرش کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں یشو ورمن نے قنوج پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کا ہرش وردھن کے خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۷۳۳ء میں کشمیر کے راجا للت دت نے یشو ورمن کو شکست دی تھی۔

یشو ورمن کے بعد قنوج پر راجا وجر ایودھ نے قبضہ کر لیا۔ للت دت کے بیٹے جیپد نے اسے تخت سے اتار کر اندر ایودھ کو راجا بنا دیا۔ پھر پال خاندان کے راجا دھرمپال نے اندر ایودھ کو ہٹا کر چکر ایودھ کو قنوج کا راجا بنا دیا۔ آخر میں گرجر پرتیہار کے مشہور راجا

ناگ بھٹ، نے قنوج پر قبضہ کر کے اسے اپنی راجدھانی بنالیا۔

گُرجر پرتیہار:۔۔۔۔ گرجر پرتیہار راجپوتوں کا سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا۔ شمال ہند میں اس قبیلہ نے ایک بڑی اور مضبوط سلطنت قائم کی۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں وسط ایشیا سے یہ لوگ ہنوں کے ہمراہ ہندستان آئے تھے۔ سب سے پہلے وہ جودھپور میں آباد ہوئے۔ ان کی دوسری شاخ جنوب کی جانب چلی گئی اور وہاں اس نے اُجین کو راجدھانی بنایا۔ اور مالوہ پر قبضہ کرلیا۔ ناگ بھٹ دوم نے قنوج پر قبضہ کیا۔ راجا دھرمپال اور راشٹر کوٹ راجا گووند سوم کو شکست دی۔ اس کے علاوہ آندھرا، سندھ، ودربھ اور کالنگ کے راجاؤں کو ماتحت بنالیا۔ وہ ہرش کے بعد قنوج کا سب سے زیادہ طاقتور راجا مانا جاتا ہے۔ ناگ بھٹ کا پوتا مہر بھوج بھی پرتیہاروں کا سب سے مشہور راجا ہوا۔ اس نے ۸۴۰ء سے ۸۹۰ء تک حکومت کی۔ مہر بھوج کا بیٹا مہندر پال بڑا بہادر تھا۔ اس کے دور کے ایک شاعر راجیکھ نے کرپور منجری اور بال رامائن لکھی۔ اس کے بیٹے بھوج دوم کی بے وقت موت کے بعد بھوج کا بیٹا مہی پال راجا بنا جس کو راشٹر کوٹ راجا اندر سوم نے ۹۱۶ء میں شکست دی۔ دیوپال کے زمانے میں چندیل راجا یشوورمن نے کالنجر کو فتح کیا۔ وجے پال کے زمانے میں گوالیار خودمختار ہوگیا۔ راجپال کے زمانے میں (تقریباً ۱۰۱۰ء) پرتیہار خاندان کی قنوج ریاست کا شیرازہ بکھر گیا۔

گہڑوار خاندان:۔۔۔۔ گیارھویں صدی عیسوی میں چندر دیو نے قنوج پر قبضہ کر کے گہڑوار خاندان کی حکومت قائم کی۔ یہ خاندان راٹھور نام سے بھی مشہور ہے۔ چندر دیو کے پوتے گوند چندر نے ۱۱۴۰ء سے ۱۱۶۰ء تک حکومت کی۔ پال خاندان سے بہار کے کچھ علاقے چھینے۔ اس خاندان کا آخری راجا جے چندر تھا۔ اس نے ۱۱۷۰ء سے ۱۱۹۴ء تک حکومت کی۔ اس دور میں چندیل اور چوہان راجاؤں کی بڑی شہرت تھی۔ لیکن پرتھوی راج اور جے چندر کے جھگڑے سے سلطنت کمزور ہوگئی۔ اور ۱۱۹۴ء میں جے چندر کے ہاتھ سے قنوج نکل گیا۔

شاہی خاندان:۔۔۔۔ کشن خاندان کے حکمراں شاہی خاندان کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ کنشک کے بعد اس خاندان کی حکومت پنجاب اور افغانستان کے علاقوں میں باقی رہ گئی تھی۔ انھیں ہنوں سے بھی جنگیں لڑنی پڑیں۔ ۸۷۰ء میں شاہی راجا پنجاب چلے آئے۔ اور بھٹنڈا کو اپنی راجدھانی بنالیا۔ اس خاندان میں دو مشہور راجا ہوئے۔ اوّل جے پال اور دوسرا آنند پال۔ جے پال نے ۹۸۵ء سے ۱۰۰۱ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد آنند پال نے ۱۰۰۱ء سے ۱۰۱۳ء تک حکومت کی اس کے بعد آنند پال کے

جانشین ترلوچن پال اور اس کا بیٹا بھیم پال ہوئے۔ ان کے بعد شاہی خاندان ختم ہو گیا۔
چوہان خاندان:۔ چوہان یا چوہمان سورج بنسی خاندان کے راجپوت تھے۔ اس خاندان کے راجا راجپوتانہ کے مختلف حصّوں پر حکمران تھے۔ اس کا خاص مرکز سانبھر تھا۔ بارھویں صدی کے شروع میں اس خاندان کے راجا اجے راج نے اجمیر کی بنیاد ڈالی اور اسے اپنی راجدھانی بنا لیا۔ دوسرا مشہور راجا وسالدیو تھا، جس نے ۱۱۵۳ء سے ۱۱۶۴ء تک حکومت کی۔ اس نے چوہانوں کو متحد کر کے انھیں ایک طاقتور قوم بنا دیا اور تومر خاندان کے راجا کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔

وسالدیو کے بعد اس کے بھتیجے، پرتھوی راج پتھورا نے ۱۱۷۹ء سے ۱۱۹۲ء تک حکومت کی۔ ۱۱۸۲ء میں چندیل راجا پارمل کو شکست دی مہوبا اور بندیل کھنڈ کے کئی قلعے فتح کیے۔ ۱۱۹۲ء میں ترائن کی دوسری جنگ میں محمّد غوری نے پرتھوی راج کو شکست دی۔ چند بردائی نے پرتھوی راج راسو نام کی ایک لمبی نظم لکھی ہے۔
چندیل خاندان:۔ چندیل راجپوت چندر بنسی کہلاتے تھے۔ وہ بندیل کھنڈ میں رہتے تھے۔ شروع میں ان کے سردار پرتہار راجپوتوں کے باج گزار تھے۔ دسویں صدی میں چندیل راجا یشوورمن نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ پرتہاروں کو شکست دے کر کالنجر جیت لیا۔ اس کی راجدھانی مہوبا تھی۔ اس کا بیٹا دھنگ بھی ایک طاقتور راجا ہوا۔ جنوب میں دریائے نربدا اور مغرب میں دریائے جمنا تک اپنی سلطنت بڑھالی۔ کھجراہو کا عالیشان مندر اسی کا بنوایا ہوا ہے۔ چندیلوں کا دوسرا مشہور راجا کیرتی ورمن تھا۔ اس نے ۱۰۶۵ء سے ۱۱۰۰ء تک حکومت کی۔ اس نے چھیدی خاندان کے مشہور راجا کرشن کو شکست دی۔
پارمار خاندان:۔ مالوہ کے پارمار سورج بنسی راجپوت تھے۔ اس خاندان کا بانی اپندر یا کرشن راج تھا۔ شروع میں چندیلوں کی طرح پارمار بھی پرتہاروں کے ماتحت تھے۔

پارمار خاندان کا پہلا راجا واکپتی راج عرف منج تھا۔ اس نے کلچری خاندان کے راجا یوراج کو شکست دی۔ پارمار خاندان کا سب سے مشہور راجا بھوج تھا۔ اس نے ۱۰۱۸ء سے ۱۰۶۰ء تک حکومت کی۔ وہ علم و ادب اور نجوم کا ماہر اور شاعر بھی تھا۔ اس نے بھوج پور نامی ایک جھیل بنوائی، اور دھارا میں سنسکرت کالج بھی قائم کیا۔ اس کی راجدھانی بھی دھارا تھی۔ بھوج کے بعد اس کے جانشین حکومت کرتے رہے۔ ۱۳۰۵ء میں علاءالدین خلجی نے مالوہ فتح کر لیا۔

اور اس طرح پارماروں کی حکومت ختم ہو گئی ہے

کلچری خاندان :- چھیدی کے کلچری خاندان کی حکومت دریائے نربدا اور گوداوری کے بیچ میں تھی۔ جبل پور کے نزدیک تری پور اس کا پایۂ تخت تھا۔ شروع میں یہ خاندان بھی پرتہاروں کے ماتحت تھا۔ اس خاندان کا مشہور راجا گانگیہ وکرمادیتہ تھا۔ اس نے پریاگ اور بنارس فتح کر لیے۔ مگر راجا بھوج پارمار نے اسے شکست دی۔ اس کا بیٹا کرن (۱۰۱۸ء سے ۱۰۶۰ء) سب سے مشہور راجا ہوا۔ اس نے سولنکی راجا بھیم کی مدد سے بھوج پارمار کو شکست دی۔ اس نے بنارس میں شیوجی کا ایک مندر بنوایا۔ آخر کار سولنکی راجا بھیم اور چندیل راجا کیرتی ورمن نے اس کو شکست دی۔ دیوگیر کے یادو اور وارنگل کے جانپتی راجاؤں نے تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں چھیدی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔

سولنکی (چالوکیہ) خاندان :- سولنکی سورج بنسی راجپوت تھے۔ یہ لوگ عرصے سے گجرات میں رہتے تھے۔ اور پرتہار راجاؤں کے باج گزار تھے۔ ان کے مشہور راجا مولراج نے دسویں صدی میں اپنی حکومت قائم کر لی اور انہلواڑ کو راجدھانی بنا لیا۔ اس خاندان کا دوسرا مشہور راجا بھیم اول تھا۔ اس نے ۱۰۲۱ء سے ۱۰۶۲ء تک حکومت کی۔ اس خاندان کا سب سے مشہور راجا کمار پال ہوا۔ اس نے ۱۱۴۳ء سے ۱۱۷۴ء تک حکومت کی۔ اس نے مالوہ فتح کیا اور کونکن کے راجا ملک ارجن کو شکست دی۔ اس کے دربار کا سب سے بڑا عالم ہیمچندر تھا۔ تیرھویں صدی عیسوی میں علاء الدین خلجی نے گجرات فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا۔

پال خاندان :- بنگال میں ۸ ویں صدی عیسوی کے وسط میں لوگوں نے ایک بدھ سردار گوپال کو اپنا راجا منتخب کیا تھا۔ اس نے ملک میں امن قائم کیا۔ اور گوڑ کو پایۂ تخت بنا کر بہتر انتظام حکومت قائم کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا دھرم پال راجا ہوا۔ اس نے مگدھ فتح کر لیا۔ اور اندر ایودھ کو تخت سے اتار کر چکر ایودھ کو قنوج کا راجا بنایا۔ مگر پرتہار راجا ناگ بھٹ دوم نے اس کو مونگھیر میں شکست دی، دھرم پال نے وکرم شیل میں ایک شاندار خانقاہ بنوائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا دیوپال راجا ہوا۔ اس نے ۸۱۵ء سے ۸۵۵ء تک راج کیا۔ یہ پال خاندان کا سب سے طاقتور راجا تھا۔ اس نے آسام اور اڑیسہ فتح کیے ہنوں کو کوہ ہمالیہ کے نزدیک شکست دی جاوا سماترا کے راجا بال پتر نے اس کے زمانے میں نالندہ میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی، اور دیوپال نے اُس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے پانچ گاؤں وقف

کر دیے۔ پال خاندان کا نواں راجا مہیپال تھا۔ اس کے بعد یہ خاندان کمزور ہو گیا۔ آخر کار سین خاندان کے راجا وجے سین نے گوڑ پر قبضہ کر کے سین خاندان کی بنیاد ڈالی۔

سین خاندان :- سین خاندان کی بنیاد سمانت سین نے ڈالی تھی۔ سین لوگ دکن سے آئے تھے۔ انھوں نے مغربی بنگال میں اپنی حکومت قائم کی۔ سمانت سین کا پوتا وجے سین بہت بہادر تھا۔ ۱۱۰۵ء سے ۱۱۵۸ء تک حکومت کی۔ تبت آسام اور اڑیسہ کے راجاؤں کو شکست دی۔ اس کے بیٹے لکشمن سین نے ۱۱۸۰ء سے ۱۲۰۶ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد بختیار خلجی نے ۱۲۰۰ء میں اس کی راجدھانی ندیا فتح کر لی تھی۔

راجپوت سماج :- راجپوت سماج میں برہمنوں کی حیثیت برتر تھی۔ وہ چھتریوں کو تعلیم دیتے تھے اور مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے۔ چھتری اور دیگر ذات کے لوگ برہمنوں کو نذریں دیتے تھے۔ اور مندروں پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ سماج میں چھتری ذات کو خاص فوقیت حاصل تھی بہادری وفاداری اور قربانی وغیرہ اوصاف سے ان کو شہرت اور عزت ملی۔ راجپوت عورتیں بھی بڑی بہادر اور اپنے شوہروں کی وفادار تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد جوہر اور ستی کی رسم مناتی تھیں [۳]

حوالہ باب نمبر ۱۴

۱۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۷۴۔ ۲۸۰

سی۔ڈی۔ ویاس، انڈیا تھرو دی ایجز، ص ص۔ ۸۰۔ ۸۳

۲۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۵۲۵۔ ۵۳۱

قریشی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۸۸۔ ۱۹۹، ۲۱۰

۳۔ قریشی، ایضاً

باب (۱۵)

جاگیرداری نظام کی ابتدا

ہرش وردھن کے بعد ۸ ویں صدی خاص طور سے راجپوت عہد میں ہندستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ریاستی حکمراں جس ریاست کو فتح کرتے تھے۔ اس کے راجا کو ماتحت بنا کر اس سے صرف خراج وصول کرتے تھے۔ ماتحت راجاؤں کی حیثیت محض جاگیردار کی ہوتی تھی۔ جاگیرداری نظام کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جاگیرداری نظام میں جاگیرداروں کو وراثتی حقوق حاصل ہوتے تھے۔

۲۔ جاگیردار اپنے سرپرست راجا کو نہ صرف سال بہ سال خراج ادا کرتے تھے بلکہ دوران جنگ انھیں فوج بھی مہیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جاگیردار کو کسان اور مزدوروں سے بیگار لینے کا بھی حق ہوتا تھا۔

۳۔ جاگیرداری نظام قدامت پرستی کا شکار تھا۔

بڑے بڑے جاگیردار اپنی جاگیر کے حصے چھوٹے جاگیرداروں کو دے دیتے تھے۔ اور یہ جاگیردار اپنے کارندوں کے ذریعے ٹیکس اور لگان وصول کراتے تھے۔ ان کارندوں کو بھی ان کے کام کے عوض زمینیں دے دی جاتی تھیں۔ اس طرح کسان اور راجا کے درمیان کئی درمیانی کڑی ہوتی تھیں [1]

مورخین کا خیال ہے کہ جاگیرداری نظام کی ابتدا گپت عہد میں ہوئی اور راجپوت عہد میں یہ پوری طرح قائم ہو گیا۔ ابتدا میں مندروں اور برہمنوں کو جاگیریں دی جاتی تھیں۔ موریہ عہد سے پہلے کوشل اور مگدھ کے حکمرانوں نے مندروں اور برہمنوں کو جاگیریں عطا کیں۔ کوٹلیہ

کے ارتھ شاستر میں ' برہمدیہ، BRAHMADAYYA برہمنوں کو جاگیریں عطا کرنے کو کہا گیا ہے۔ موریہ حکمرانوں نے مندروں اور برہمنوں کو جاگیریں عطا کیں۔ لیکن اس وقت جاگیرداروں کے اختیارات بہت کم تھے۔

سب سے پہلے ستواہن (برہمن) حکمرانوں نے بدھ بھکشوؤں کی خانقاہوں کو جاگیریں عطا کیں۔ اور انتظام کے اختیارات دے دیے۔ پانچویں صدی عیسوی میں یعنی گپت عہد کے آخری دور میں ایک مشہور برہمن عالم ' بدھ گھوش، نے کوٹلیہ کے ' برہمدیہ، کی نئی تشریح کی اور جاگیرداروں کو لگان وصول کرنے کے علاوہ فوجداری اور دیوانی کے اختیارات بھی حاصل ہو گئے۔ اس طرح جاگیرداروں کا طبقہ گپت عہد میں ایک بااختیار طبقے کی شکل میں ابھر کر آیا۔ جاگیرداری کی حیثیت موروثی تھی۔

گپت عہد میں یہ طریقہ صرف سرحدی ریاستوں میں جاری کیا گیا تھا۔ کیوں کہ وہ مرکز سے دور تھیں اور بغاوت کا اندیشہ رہتا تھا۔

پانچویں صدی عیسوی میں دکن کی ریاستوں میں لفظ " سامنت،، یعنی جاگیردار کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔ اسی صدی میں کچھ عرصے بعد مغربی ریاستوں میں بھی اس لفظ کا استعمال شروع ہو گیا۔ شمالی ہند میں " سامنت،، لفظ کا استعمال ۵۵۴ء کے بعد شروع ہوا۔ اس طرح جاگیرداری نظام یعنی سامنت واد گپت عہد سے شروع ہو کر ۱۰۰۰ء تک ہندستان کے اقتصادی نظام کا ایک کردار بن گیا[۲]

عام طور سے کسانوں سے پیداوار کا ۱/۶ حصہ مقرر تھا۔ لیکن جاگیردار اور زمیندار کئی طرح کے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ گیارہ قسم کے ٹیکس لگا سکتے تھے۔ اور انھیں کسانوں سے بیگار لینے کا بھی حق تھا۔ لگان وصول نہ ہونے کی شکل میں جاگیرداروں کو کسان سے زمین چھیننے کا اختیار بھی تھا۔ اس لیے کسانوں کی اقتصادی حالت راجپوت عہد میں خراب ہونے لگی تھی[۳]

حوالہ باب نمبر ۱۵

۱۔ سی۔ ویاس، مذکورہ بالا، ص۔ ۸۰

۲۔ آر۔ ایس۔ شرما، انڈین فیوڈلزم، ص ص۔ ۱-۲۱، ۶۳-۲۶۳۔ ۲۶۶
میتی، مذکورہ بالا، ص۔ ۱۹۰

۳۔ شرما، مذکورہ بالا، ایضاً اور میتی، مذکورہ بالا، ایضاً

باب (۱۶)

دورِ قدیم میں دکنی ریاستوں کی حیثیت

دکن کی ریاستیں عام طور پر خود مختار تھیں، چندر گپت موریہ اور سمدر گپت نے ان ریاستوں کو فتح کیا لیکن ماتحت بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ یہاں دکنی ریاستوں کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

راشٹر کوٹ: مورخ فلیٹ کا کہنا ہے کہ راشٹر کوٹ شمالی ہند کے راٹھور خاندان کی ایک شاخ تھی۔ ترپاٹھی کا خیال ہے کہ راشٹر کوٹ کا رتھیکا یا رستیکا خاندان سے تعلق ہے۔ جو مہاراشٹر اور کرناٹک کے علاقوں میں زمیندار یا جاگیر دار تھے۔

اس خاندان کا پہلا مشہور راجا دانتی درگ تھا۔ جس نے آٹھویں صدی عیسوی کی پانچویں دہائی میں حکومت شروع کی اس نے پہلے چالوکیہ حکمرانوں کو شکست دی۔ اس کے بعد پلو راجا سے کالنگ، کوشل، مالوہ اور دکنی گجرات کو لے لیا۔ اسی خاندان کے دوسرے مشہور راجا کرشن اول نے چالوکیہ راجا وشنو وردھن کو ہرایا، اور کونکن کو جیتا۔ گنگا وادی کو فتح کیا۔ پوری دارڑیہ کے چالوکیہ راجا کو ہرایا۔ اس کا بیٹا گووند دوم بہت قابل حکمراں تھا۔ اس کے بھائی دھرو نے تمام دکن، اجین کا شمالی علاقہ دوآب اور بنگال فتح کر لیے۔

اسی خاندان کا اموگھورش ۱۳ یا ۱۴ سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے بالغ ہونے تک گجرات کے گورنر نے بڑی وفاداری اور انتظامی قابلیت سے اس ریاست کو زوال سے بچایا۔ اموگھورش راجا ہوا تو اس نے وینگی کے چالوکیہ راجا کو شکست دی۔ اس نے ساٹھ سال تک شاندار حکومت کی۔ کرشن سوم اس خاندان کا آخری بہادر راجا تھا۔ جس نے چول راجا کو ہرا کر کانچی

اور تنجور اپنی سلطنت میں شامل کیے۔
۹۴۰ء میں اس نے شمالی ہند پر حملہ کیا۔ بندیل کھنڈ اور اجینی کو جیتا۔ پورے دکن کے علاوہ لنکا پر بھی اس کا سیاسی تسلّط تھا۔ تقریباً ۹۷۰ء میں اس خاندان کا زوال ہوگیا۔ اس عہد میں عرب ممالک سے تجارتی تعلقات تھے۔

پلّو خاندان: پلّو خاندان کے بارے میں کچھ مورخین کا خیال ہے کہ پہلوا یا پارتھین خاندان کی ایک شاخ تھے۔ ایم۔ سی۔ رسانیاگم کا خیال ہے کہ یہ ناگ چول خاندان کے تھے۔ اور لنکا کے رہنے والے تھے، منی پلّوم ناگا کی بیٹی کی شادی کلّی ولم کے شہزادے سے ہوئی۔ ان کا بیٹا منی پلّوم اس علاقے کا راجا ہوا۔ تبھی سے اس خاندان کا نام پلّو پڑا۔ جیسوال کا خیال ہے کہ یہ شمالی ہند کے واکاٹکا خاندان کی شاخ تھے۔ اور ذات کے برہمن تھے، لیکن حکمرانی کرنے کی وجہ سے انھیں چھتری سمجھا جانے لگا۔

تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں بپّ دیو، اسکند ورمن، بدھ، ویر ورمن اور شیو گوپ کے نام آتے ہیں۔ جو تیلگو آندھرا اور تامل ٹونڈ منڈلم میں حکومت کرتے تھے۔ چھٹی صدی میں سمہا وشنو نے پلّو خاندان کی سلطنت کو بڑھایا۔ اس نے چول راجا کو ہرا کر اپنی حکومت کاویری ندی تک بڑھالی تھی۔ بعد کو پانڈیا، کلابھرا اور مالوہ کے حکمرانوں کو بھی ہرایا۔ سمہا وشنو کے بعد اس کا بیٹا مہندر ورمن اوّل کے دور میں چالوکیہ راجا سے جھڑپ میں پُلکیشی دوم نے پلّو راجا کو ہرادیا تھا۔ مہندر ورمن نے چنگلپٹ کے راجا کو ہرایا۔ اور بعد کو چالوکیہ سے کانچی دوبارہ حاصل کیا۔

ساتویں صدی عیسوی میں نرسمہا ورمن تخت نشین ہوا۔ یہ بہت بہادر تھا۔ اس نے پلکیشی دوم کو ۶۴۲ء میں ہرا کر وطبی کونڈا کا لقب اختیار کیا۔ مان ورما کو لنکا جیتنے میں مدد کی۔ وہ فن اور ادب کا دلدادہ تھا۔ ہیون سانگ اسی کے زمانے میں کانچی پہنچا تھا۔

مہندر ورمن دوم اپنے والد نرسمہا ورمن کے تخت پر بیٹھا۔ اس کی حکومت بہت کم دن رہی۔ اس کے زمانے میں چالوکیہ راجا سے جھڑپ ہوئی۔ اس کے بعد نرسمہا دوم اس کا جانشین ہوا۔ اس کا زمانہ امن اور خوشحالی کا تھا۔ اس نے کیلاش ناتھ کا مندر تعمیر کرایا۔ وہ عالموں کا بڑا قدرداں تھا۔ مشہور عالم ڈنڈن اسی کے زمانے میں ہوا۔ آخر میں نندی ورمن راجا ہوا۔ ۷۴۳ء میں چالوکیہ راجا وکرم دیتہ نے پلّو سلطنت پر حملہ کیا اور کانچی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن

نندی ورمن کانچی دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ بعد میں راشٹرکوٹ کے راجا دانتی دُرگ نے اسے شکست دے دی۔ اس نے تقریباً ۶۵ سال تک حکومت کی۔ وہ وشنو کا عقیدت مند تھا۔ نندی ورمن کے بعد اس کا بیٹا دانتی ورمن تخت نشین ہوا۔ راشٹرکوٹ کے راجا گووند سوم نے کانچی پر حملہ کیا اور اسے پانڈیا راجا سے لڑنا پڑا۔ اس نے پچاس سال تک حکومت کی۔ آخری راجا اپراجیت ورمن ۸۷۶ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے ۸۹۵ء تک حکومت کی۔ اس نے گنگا کے شہزادے سے دوستی کرکے ۸۸۰ء میں پانڈیا حکمراں کو ہرایا۔ آخر میں چولا راجا نے پلّو راجا کو ہراکر اس خاندان کی حکومت کو ختم کر دیا۔

چالوکیہ خاندان: چالوکیہ خاندان کی حکومت میں مہاراشٹر اور مغربی تیلگو کے علاقے شامل تھے۔ ان کی راجدھانی وتاپی یا بیجاپور تھی۔ یہ لوگ ذات کے چھتری تھے۔ اور شمالی ہند میں ایودھیا کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے دکن میں آکر بس گئے تھے۔ اسمتھ انھیں باہر کے قبیلے گرجروں کی ایک شاخ بتاتے ہیں۔ وہ راجپوتانہ میں رہتے تھے اور وہاں سے وہ دکن میں جا بسے تھے۔

جیسمہا اور اس کے بیٹے رانا راگ نے اس حکومت کی بنیاد ڈالی۔ پہلا مشہور راجا پلکیشی اوّل تھا۔ جس نے وتاپی یعنی بیجاپور میں بادامی کا قلعہ بنوایا اس کو اپنی راجدھانی بنایا۔ اس نے اشومیدھ یگیہ بھی کیا۔ اس کے بعد کیرتی ورمن ۵۶۷ء میں چالوکیہ خاندان کا سب سے مشہور راجا ہوا۔ اس نے اشومیدھ یگیہ کرکے کونکن کے موریہ راجا اور دکن کے نل راجاؤں کو ہراکر اپنی سلطنت بڑھائی۔ کیرتی ورمن کے چھوٹے بھائی منگلیش نے گوا کو فتح کیا۔ کیرتی ورمن کا بیٹا پلکیشی دوم جب بالغ ہوا تو اس نے اپنے چچا سے حکومت چھین لی۔ پلکیشی دوم نے ۶۱۰ء سے ۶۴۲ء تک حکومت کی۔ یہ اس خاندان کا سب سے بہادر راجا تھا۔ اس نے سب سے پہلے دکن میں میسور کے گنگا راجاؤں کو ہرایا۔ شمال کے لاٹ، مالوہ اور گرجر راجاؤں نے اس کی ماتحتی قبول کی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ شمالی ہند کے سب سے طاقتور حکمراں ہرش وردھن کو شکست دی۔ پھر پورب میں کالنگ کے راجا کو ہرایا۔ اور جب پلّو راجا سے جھڑپیں ہوئیں تو چول، کیرل اور پانڈیا راجاؤں سے دوستی کرکے پلّو راجا مہندر ورمن اوّل کو ہرایا۔ لیکن پلّو راجا نرسیمہا ورمن نے ۶۴۲ء میں پلکیشی دوم کو جنگ میں ہرایا اور وہ جنگ میں مارا گیا۔ ۶۵۴ء میں پلکیشی دوم کے بیٹے وکرمادتیہ نے پلّو راجا کو ہراکر اپنا ملک واپس لے لیا تھا۔ اس نے چول کیرل اور پانڈیا راجاؤں کو

بھی ہرایا۔ اس کے جانشین وکرم دیتہ اوّل اور ونایا دیتہ دوم بہت کمزور تھے۔ کیرتی ورمن نے وجیہ دیتہ اور وکرم دیتہ کی حکومت قائم رکھی۔ کیرتی ورمن کے زمانے میں اس خاندان کا ۷۵۲ء میں زوال ہوگیا۔ ہیون سانگ نے پلکیشی دوم کی حکومت کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ برہما وشنو اور شیو کے عقیدت مند تھے۔ لیکن دوسرے مذہبوں کی عزت کرتے تھے۔ جین مذہب اس زمانے میں بہت مقبول تھا۔ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی وہاں تھے۔ چالوکیہ حکمراں علم اور فن کے بڑے دلدادہ تھے۔

پانڈیا خاندان :۔ کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ پانڈیا مہابھارت کے مشہور قبیلے پانڈووں سے تعلق رکھتے ہیں۔ دراصل پانڈیا دراوڑ نسل کے لوگ تھے۔ پانڈیا خاندان نے اپنی حکومت پوربی دکن میں قائم کی تھی۔ اس ریاست میں خاص طور سے مُدرائی، ٹینیولی اور رام نند کے ضلع شامل ہیں۔ پانڈیا خاندان کا پہلا راجا کڈونگون تھا۔ اس نے اور اس کے بیٹے مار ورمن نے پلّو راجا سمہا وشنو سے جنگ کی۔ ساتویں صدی عیسوی میں اری کیسری مار ورمن (۶۷۰ء سے ۷۱۰ء) اس خاندان کا دوسرا مشہور راجا ہوا۔ اس نے کیرالہ فتح کیا۔ چالوکیہ راجا سے دوستی کر کے پلّو راجا کو ہرایا۔ کوچھڈائن جب تخت پر بیٹھا تو اس نے کوئمبٹور کا علاقہ اپنی سلطنت میں ملالیا۔ اس کے بیٹے جیتلی پرانتک نے ترچناپلی، تنجور، سالم اور کوئمبٹور کے ضلعوں کو اپنی ریاست میں ملالیا۔

سری مار سری ولبھ (۸۱۵ء سے ۸۶۲ء) نے گنگا، پلّو، چول، کالنگ اور مگدھ کے حکمرانوں کو ہرایا۔ پلّو راجا نرپتنگ نے اس پر حملہ کیا جس میں پانڈیا راجا کی ہار ہوئی اس کے بعد اس کے بیٹے راج سیمہا دوم کے زمانے میں چول راجا سے لڑائی ہوئی۔ پرانتکا ادیتہ چول کے بیٹے نے پانڈیا راجدھانی مدرائی پر قبضہ کرلیا۔ راج سیمہا پہلے لنکا پھر کیرالہ چلا گیا۔ اور اس کے بعد اس کا پتا نہیں چلا۔ اس طرح پانڈیا خاندان کی حکومت ختم ہوگئی۔

چول خاندان : چول خاندان کے لوگ ہندستان کے قدیم باشندے تھے۔ اور دراوڑ نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ چول ریاست پنار اور دیلار ندیوں کے درمیان واقع تھی۔ اس ریاست میں تنجور، ترچناپلی اور پڈوکوٹا کے علاقے شامل تھے۔ اُرگ پور، تنجور، گنگائے کونڈا اور چول پورم اس ریاست کی راجدھانیاں تھیں۔ مشہور بندرگاہ کاویری پڈنم سے بیرونی تجارت ہوتی تھی۔[1]

اس خاندان کے مشہور راجا وجیہ لایا کی حکومت ۸۵۰ء سے پہلے شروع ہوئی۔ وہ پلّو راجا کا باج گزار تھا۔ بعد کو آزاد ہو گیا۔ اور پانڈیا راجا وارگن ورمن سے تنجور چھین لیا تھا۔ ۸۷۵ء میں اس کا بیٹا ادیتہ اوّل تخت نشین ہوا۔ اس نے پلّو راجا کو ہرا کر کونڈا منڈلم کو اپنی حکومت میں ملا لیا۔ کوئمبتور بھی جیتا پرانتکا اوّل (۹۰۷ء سے ۹۵۳ء) کے زمانے میں ریاست کی حدیں اور بڑھ گئیں۔ مدراس بھی اس میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے ۴۶ سال تک حکومت کی اور اس کے زمانے میں چول ریاست بہت طاقت ور سمجھی جاتی تھی۔ راشٹرکوٹ راجا کرشن سوم سے آخری زمانے میں جنگ ہوئی۔ جس کی وجہ سے ریاست تباہ ہو گئی۔ راجاراج اوّل (۹۸۲ء) کے زمانے سے چول خاندان کا شاندار دور شروع ہوا۔ اس نے چیرا راجا کو ماتحت کیا۔ پانڈیا سے مدرائی کو جیتا۔ لنکا کا شمالی حصہ جیت کر اپنی ریاست میں شامل کیا۔ میسور کو بھی جیتا، چالوکیہ راجا سے جنگ ہوئی۔ اس نے راجاراج کی ماتحتی قبول کر لی اس کے بعد اس نے کالنگ کو جیت لیا۔ لکا دائیو اور مالدیپ کے جزیرے بھی اپنی ریاست میں ملا لیے۔ اس طرح راجاراج پورے دکن کا حکمراں بن گیا تھا۔ اس کا شمار ہندستان کے عظیم راجاؤں میں ہوتا ہے۔ اس نے تنجور میں بہت شاندار شیو مندر بنوایا۔ اس راجا نے ۱۰۱۴ء تک حکومت کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا راجندر اوّل تخت پر بیٹھا۔ اس نے ۱۰۱۴ء سے ۱۰۴۴ء تک حکومت کی۔ اس کے زمانے میں چول ریاست کی شان اور بڑھ گئی۔ اس نے چول اور پانڈیا حکومتوں کو اپنا ماتحت بنا لیا۔ پورا دکن اور کچھ جزیرے اپنی حکومت میں ملا لیے تھے۔ شمال میں اس نے اڑیسہ اور بنگال تک اپنی حکومت پھیلائی تھی۔ اس کے آخری دور میں بغاوتوں نے ریاست کے امن کو تباہ کر دیا۔

راجا ادھیر راج اوّل نے بغاوتوں کو دبا دیا۔ ۱۰۵۲ء میں راجا ادھیر راج کو اس کے چھوٹے بھائی راجندر دوم نے قتل کر دیا۔ اور خود راجا بن بیٹھا۔ اس زمانے میں چول اور چالوکیہ ریاستوں میں جھڑپ جاری رہی۔ ۱۰۶۳ء میں اس کا چھوٹا بھائی ویر راجندر تخت نشین ہوا۔ ویر راجندر نے دینگی کو دوبارہ جیتا۔ پانڈیا اور کیرالہ راجاؤں کو ہرایا۔ اس کے بعد چول اور چالوکیہ راجاؤں میں دوستی ہو گئی۔ اور ویر راجندر نے اپنی بیٹی کی شادی چالوکیہ شہزادے سے کر دی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ادھیر راجندر تخت پر بیٹھا۔ ادھیر راجندر کے کوئی اولاد نہیں تھی، تو راجندر دوم کلوتنگا اوّل KULOTTUNGA I نے ۵۰ سال تک حکومت کی۔ اس کے

زمانے تک چول خاندان کی شان باقی رہی۔ لیکن اس کے جانشین بڑے کمزور تھے۔ ۱۲۰۸ء تک چول ریاست کا زوال ہوگیا۔

چیرا خاندان: چیرا یا کیرالا دراوڑ نسل کا ایک قبیلہ تھا۔ اس ریاست کی حدیں مالابار، ٹراونکور اور کوچین تک پھیل گئی تھیں۔ سین گٹووَن چیرا خاندان کا پہلا مشہور راجا ہوا۔ ۱۰ ویں صدی عیسوی میں چول اور چیرا کے آپس میں تعلقات خراب ہوگئے۔ راجا راج اوّل نے چیرا حکومت کو اپنا ماتحت بنا لیا تھا۔ ۱۲ ویں صدی عیسوی تک چیرا ریاست پر اس کا قبضہ رہا۔ اور پھر کیرالا نے اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ ۱۳ ویں صدی عیسوی میں پانڈیا راجا نے ایک بار پھر چیرا ریاست کو ماتحت بنا لیا۔ ۱۲۹۹ء میں جب ملک کافور نے پانڈیا حکمراں کو شکست دی تو روی ورمن نے پھر چیرا ریاست کی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ روی ورمن کے بعد اس خاندان میں کوئی بڑا راجا نہیں ہوا۔[۲]

حوالہ باب نمبر ۱۶

۱۔ ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۴۰۳۔۴۰۸، اسمتھ، مذکورہ بالا
قریشی، مذکورہ بالا، ص ص ۲۰۲، ۲۱۵۔۲۲۱

۲۔ قریشی، ایضاً اور ترپاٹھی، مذکورہ بالا، ایضاً

باب (۱۷)

شنکر آچاریہ اور ہندو مذہب کی تجدید

قدیم ہند کی تین ہزار سال کی تاریخ میں گوتم بدھ کی تعلیمات نے ہندستانی سماج کو ایک ہزار سال تک متاثر کیا۔ اچھے عظیم حکمرانوں میں اشوک، کنشک اور ہرش نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ چندر گپت موریہ آخر میں جین مذہب کا پیرو ہو گیا۔ سمدر گپت اور چندر گپت دوم وکرما دتیہ برہمن مذہب کے ماننے والے تھے۔ انھوں نے اپنی حکمرانی کے دور میں مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی۔ بدھ مذہب اور جین مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

۸ ویں صدی عیسوی سے ہندو مذہب کی تجدید کے لیے مختلف تحریکیں چلائی گئیں۔ اس دور کے مصلحین میں آسام کے کمارل بھٹ دکن کے رامانج اور شنکر آچاریہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ کمارل بھٹ نے ویدک دھرم کی تبلیغ کی اور بتایا کہ ویدوں کے مطابق رسمیں ادا کرنے ہی میں انسان کو نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

رامانج (۱۰۱۶ء) دکن کے رہنے والے اور وشنو کے عقیدت مند تھے۔ رامانج نے کہا کہ ایشور دنیا کا حاکم ہے۔ ساری دنیا اس حقیقت کا پرتو ہے۔ وہ سنسار کو مایا نہیں مانتے تھے۔ ان کا پرچار تھا کہ بھگتی کے راستے انسان پاپ سے بچ کر نجات پا سکتا ہے۔ رامانج کے پیرو لکشمی اور وشنو کی پوجا کرتے تھے۔ رامانج اور ان کے ہمعصر بھگت نمبارک دونوں ہی شنکر آچاریہ کے فلسفے کو نہیں مانتے تھے۔

عہد وسطیٰ کے شروع میں ہندو مذہب کے دو خاص اسکول تھے۔ ایک شنکر آچاریہ کا گیان مارگ کا اسکول۔ اس کے ماننے والے شیو کی پوجا کرتے تھے۔ ویدوں کے مذہب پران کا اعتقاد تھا۔ اور دوسرا رامانج کا بھگتی مارگ کا اسکول اس کے ماننے والے وشنو کے پجاری تھے۔ بھگتی مارگ ان کا عقیدہ تھا۔ ان دونوں اسکولوں نے سماج پر اثر ڈالا۔ مگر زیادہ شہرت شنکر آچاریہ کے گیان مارگ کو حاصل ہوئی۔

شنکر آچاریہ (تقریباً ۷۸۸ء سے ۸۲۰ء)، کیرالہ کے ایک شہر کالڈی کے نمبودری برہمن

خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے شیو جی سے منّت مانگی تھی اس لیے ان کا نام شنکر پڑا۔ انھوں نے ۱۶ سال کی عمر میں بنارس میں اپنی مذہبی تعلیم مکمّل کر لی تھی۔[۵] وہ آچاریہ گوند پد کے شاگرد تھے۔ تعلیم مکمّل کرنے کے بعد شنکر آچاریہ نے اُپنشد، برہمن و سوتر اور بھگوت گیتا کی تفسیر لکھی۔ مذہب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد شنکر آچاریہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اصل سچائی برہما ہے۔ جسم فانی ہے روح غیر فانی اور یہی برہما ہے۔[۶] ان کی تحریک مایا وادیا ادویت ویدانت درشن کے نام سے مشہور ہے۔

۸ ویں صدی عیسوی میں ہندوؤں کے چھے فلسفوں میں سے ترسیمانسا یا ویدانت درشن کو سب سے زیادہ مقبولیت ملی۔ شنکر آچاریہ اس فلسفے کے سب سے بڑے پرچارک تھے۔ انھوں نے بتایا کہ اصل وجود خدا کا ہے۔ خدا پر ایمان اور اس کا عرفان ضروری ہے۔ سالک اپنے نفس کی فنا کے بعد ہی خدا کو پا سکتا ہے۔

شنکر آچاریہ کا فلسفہ یہ ہے کہ وجودِ حقیقی ایک ہے کائنات کی ہر شے میں اس کا جلوہ ہے اس طرح کثرت میں وحدت کی تلاش شروع ہوئی۔ تمام دیوتاؤں کو ایشور کا روپ مان کر اُن کی پوجا جائز قرار دی گئی۔ وہ خود شیو جی کی پوجا کرتے تھے۔ اور ان کے پیرو شیو جی کے عقیدت مند تھے۔[۱۰] شنکر آچاریہ نے ہندو مذہب میں مشنری اسپرٹ پیدا کی۔ انھوں نے برہمن مبلّغوں کی جماعتیں قائم کیں اور ہندو مذہب کی تبلیغ کے لیے انھیں دور دراز علاقوں میں بھیجا۔ شنکر آچاریہ نے چار خانقاہیں بنوائیں۔ شمالی ہند میں بدری ناتھ کے قریب جیوتر مٹھ قائم کیا۔ مغربی ہند میں دوارکا میں شاردا مٹھ، مشرقی ہند میں جگنّا تھ پوری میں گووردھن مٹھ قائم کیا۔ اور دکن میں میسور میں سرنگری مٹھ قائم کیا۔ شنکر آچاریہ تمام ذاتوں کے لوگوں میں تبلیغ کرتے تھے۔

شنکر آچاریہ نے ۱۶ سال ہندو مذہب کی تجدید میں لگائے۔ شنکر آچاریہ کا انتقال ۳۲ سال کی عمر میں ہوا۔[۵]

حوالہ باب نمبر ۱۷

۱۔ نہرو، مذکورہ بالا، ص ۱۶۵
۲۔ دی ٹائمس آف انڈیا، ۳ مئی ۱۹۸۷ء
قریشی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۲۲ - ۲۲۸
۳۔ کے۔ ایم منشی، امپورٹل انڈیا، ص۔ ۱۹۲
۴۔ جلال شاہجہاں پوری، "ویدانت درشن"، محفل ادب، لاہور، جون ۱۹۶۸ء، ص ص۔ ۹۴-۹۸
۵۔ قریشی، مذکورہ بالا، ایضاً

باب (۱۸)

بیرونی حملوں کی نوعیّت

قدیم دور میں ہندستان پر بیرونی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ حملہ آور لوٹ مار کرکے واپس چلے گئے زیادہ تر قوموں نے قدیم ہند کے باشندوں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کرلی۔ اور ہندستان کو اپنا وطن بنالیا۔ یہاں کا مذہب اور کلچر بھی اپنا لیا[۱] ان میں آریہ شامل ہیں۔ آریہ قوم کے گروہ جرمنی، آسٹریا، بوہیمیا کو چھوڑکر وسط ایشیا میں آئے اس کے بعد افغانستان ایران اور پھر ڈھائی ہزار سال قبل مسیح ہندستان کے سرحدی صوبجات، پنجاب اور سندھ میں داخل ہوئے[۲] آریوں نے ہندستان کے قدیم باشندوں (داسیو) دراوڑوں کو سندھ اور شمالی ہند کے دوسرے علاقوں میں شکست دی۔ دراوڑ لوگ دکن کی جانب چلے گئے۔

کُشان کا حملہ : یوہچی قبیلے کی ایک شاخ کشان کہلاتی ہے۔ کشان قوم شمال مغرب چین میں آباد تھی۔ ہنگنو قبیلے نے اسے شکست دی تو یہ لوگ جنوب میں ہندوکُش کے علاقے میں آبسے۔ اس قبیلے نے کوہ ہندوکش میں پانچ ریاستیں قائم کیں۔ پھر کشان شاخ نے سندھ اور پنجاب پر قبضہ کیا اور بعد کو ہند میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس شاخ کے مشہور حکمران کڈفیسز اوّل اور وماکڈفیسز دوم ہوئے کشان خاندان کی ایک چھوٹی شاخ کا سب سے زیادہ مشہور اور طاقتور حکمران کنشک ہوا۔

ہُن کے حملے : گپت خاندان کے زوال اور ہرش کے عروج سے پہلے ہن (ہنگنو) قبیلے نے ہندستان پر حملے کیے۔ یہ لوگ وسط ایشیا میں پھیل گئے۔ ایران کے شہنشاہ فیروز کو قتل کیا۔ ان کا ایک گروہ یورپ پہنچا۔ سفید ہن قوم نے ۴۵۵ء میں ہندستان پر

حملہ کیا۔ اسکند گپت نے انھیں شکست دی۔ ۴۸۴ء میں ہنوں نے تورمان کی سرکردگی میں ہندستان پر کئی حملے کیے اور وسط ہند کے کئی علاقے فتح کر لیے۔ تورمان نے وبھی راجا کو ہرا کر راجا ادھیراج لقب اختیار کیا۔ اس کے انتقال کے بعد مہر گل اس علاقے کا حکمراں ہوا۔ اس کی راجدھانی کا سیال کوٹ تھی۔ وہ بہت ظالم تھا۔ اس نے بدھ مذہب کے استوپ اور خانقاہیں منہدم کر دیں۔ مہر گل نے مگدھ کے راجا بال دیتہ پر بھی حملہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ مہر گل نے کشمیر میں پناہ لی۔ کشمیر کے راجا نے دوستی کا سلوک کیا لیکن مہر گل نے اسے قتل کر دیا اور خود کشمیر کا حکمراں بن گیا۔ ۵۴۰ء میں مہر گل کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ہن حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔

ایرانیوں کے حملے :۔ پہلا حملہ ایران کے شہنشاہ دارا اوّل نے ۵۲۲ ق۔م تا ۴۸۶ ق۔م کے درمیان ہندستان پر کیا۔ گندھار کو فتح کر کے سندھ کے پورے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس علاقے میں ایرانیوں کا تسلط دارا اوّل کے بیٹے کیخسرو کے زمانے (۴۶۵۔۶۶ ق۔م) تک قائم رہا۔[۵]

سکندر اعظم کا حملہ :۔ ہندستان پر زیادہ مشہور حملہ یونان کے حکمراں سکندر اعظم کا حملہ ہے۔ اس نے پوری دنیا کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اسمتھ کا خیال ہے کہ سکندر ہندستان فتح کر کے ڈائنو سز، ہیریکلس اور سیمی راس کی دیو مالائی کہانیوں کو حقیقت میں بدلنا چاہتا تھا۔ سکندر نے ٹکشلا کے راجا آبھی کے تمام تحفے واپس کر دیے بلکہ کچھ تحفے اپنی طرف سے دیے تھے۔ راجا پورس کی شکست کے بعد اس کی ریاست بھی اسی کو واپس کر دی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف فتح مندی کا آرزومند تھا۔ زیادہ تر ریاستوں کو وہ ماتحت بنا کر چھوڑ دیتا تھا۔ کہیں کہیں گورنر بھی مقرر کر دیتا تھا۔

سکندر (۳۵۶ ق۔م تا ۳۲۳ ق۔م) مقدونیہ کے بادشاہ فلپ کا بیٹا اور یونان کے مشہور فلاسفر ارسطو کا شاگرد تھا۔ باپ کے قتل کے بعد سکندر یونان کا بادشاہ بنا۔ اس میں حوصلہ مندی اور حکمرانی کا جذبہ بے پناہ تھا۔ اس نے دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ۲۲ سال کی عمر میں (۳۳۴ ق۔م) اس مہم پر روانہ ہو گیا۔ چار سال کے اندر اس نے ایشیا، کوچک فینیشیا، مصر، بابل اور ایران فتح کر لیے۔ ایران کے بادشاہ دارا سوم نے بہت بہادری سے سے مقابلہ کیا مگر آخر میں شکست کھائی۔ اس کے بعد اس نے سیستان پر قبضہ کیا۔ شمال میں باختر (بخارا) فتح کیا۔ ان فتوحات کے بعد اس نے ہندستان کی جانب رخ کیا۔

۳۲۷ ق۔م میں سکندر نے ہندوکُش پار کیا اپنی فوج کے ایک حصّے سے دریائے سندھ پر پل تعمیر کرایا۔ اور باقی فوج لے کر سوات اور بجور کے قبیلوں کو ہرایا۔ اس کے بعد اس نے اسمکا کی راجدھانی مساگا کا قلعہ فتح کیا۔ اس جنگ میں سکندر زخمی ہوگیا تھا۔ یہ جنگ ہندستان کے سات ہزار سورماؤں کی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔

۳۲۶ ق۔م میں سکندراو ہند دریا (اٹک) کے پاس سندھ پار کرکے ٹکشلا پہنچا۔ وہاں کے راجا اُمبھی کی سلطنت سندھ اور دریائے جھیلم کے درمیان واقع تھی۔ اس نے سکندر کی اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد ابھیسار کے راجا اور دیگر سرداروں نے بھی سکندر کی ماتحتی قبول کرلی۔

راجا پورس کی سلطنت دریائے چناب اور دریائے جھیلم کے درمیان واقع تھی۔ سکندر نے پہلے ماتحتی قبول کرنے کا پیغام بھیجا۔ بہادر پورس نے انکار کردیا۔ آخر کار جنگ ہوئی۔ سکندر کا مقابلہ پہلے پورس کے بیٹے سے ہوا، اس نے شکست کھائی اور وہ میدان جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد پورس اور سکندر کا مقابلہ ہوا۔ ہندستانی فوج بڑی بہادری سے لڑی مگر آخر میں جیت سکندر کی ہوئی۔

پورس کی بہادری سے سکندر بے حد متاثر ہوا۔ اس کی ریاست اسی کو واپس کردی۔ اب قریب کی دوسری ریاستوں نے سکندر کی ماتحتی قبول کرلی۔ سکندر نے دریائے چناب اور دریائے راوی پار کرکے کچھ ریاستیں جیتیں اور دریائے بیاس تک پہنچا۔ فوجوں نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا۔ سکندر کو واپس جانا پڑا۔ ۳۲ سال کی عمر میں (۳۲۳ ق۔م) اچانک سکندر کا انتقال ہوگیا۔

یونان کے حکمراں سیلوکس نے چندر گپت موریہ کے زمانے میں ہندستان پر حملہ کیا۔ سیلوکس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن یہ شکست بعد کو دوستی میں بدل گئی۔

باختر (بخارا) کے یونانی راجا ڈمیٹرس نے ۱۷۵ ق۔م میں ہندستان پر حملہ کیا۔ مگدھ کے راجا پشمتر نے اسے ہرایا۔ مگر پنجاب پر یونانی قبضہ رہا۔ پھر یونانی حکمراں مناندر نے حملہ کیا۔ اس کی راجدھانی سیالکوٹ تھی۔ پشمتر شنگ نے اس کو بھی شکست دے دی۔ مگر پنجاب پھر بھی یونانیوں کے قبضہ میں رہا۔ مناندر نے بدھ مذہب اپنالیا تھا۔ اس کے بعد یونانیوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ ان کے ہندستانی صوبوں پر شاک خاندان اور پارتھیا کے حکمرانوں نے قبضہ

کر لیا۔[۴۰]

ہندستان پر مسلم حملوں کی نوعیت : آپ نے دیکھا کہ کسی حکمراں یا قبیلے نے کوئی حملہ مذہب یا قوم کی بنیاد پر نہیں کیا۔ ان حملوں کا مقصد لوٹ مار، اپنی سلطنت کو بڑھانا یا خوش حال ملک ہندستان میں آباد ہونا تھا۔ مسلم حکمرانوں نے بھی مذہب پھیلانے کو حملے نہیں کیے۔

دراصل ہندستان کے شمال مغربی علاقہ کی سیاسی حالت ابتدا ہی سے بہت ابتر رہی ہے۔ اور اس علاقے میں کبھی امن قائم نہ ہو سکا۔ اس لیے محمود غزنوی اور محمد غوری کے حملے مسلمانوں کے لیے کوئی فخر کی بات نہیں۔ ان حملوں کا رشتہ مذہب سے جوڑنا غیر تاریخی بات ہے۔ غیر مسلم مورخوں کو بھی تاریخی سچائی پیش کرنی چاہیے۔

محمد بن قاسم : قدیم زمانے سے عرب سوداگر ہندستان کے ساحلی علاقوں کے ساتھ تجارت کر رہے تھے۔ مالابار، کلیان، اور چول میں ان کی بستیاں آباد ہو چکی تھیں۔ ڈاکٹر تاراچند کا بیان ہے کہ جب عرب حکومت متحد ہو گئی۔ تو عرب و ہند کی بحری تجارت اور زیادہ بڑھ گئی۔ عربوں نے لنکا، مالدیپ اور جنوبی ہند میں اپنی نوآبادیاں قائم کر لی تھیں چنانچہ موپلا قوم کے لوگ اپنے آپ کو اسی زمانے کے مسلمان عرب سوداگروں کی اولاد بتاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ٹراونکور کے شہر" کوالم،، میں مسلمانوں کا ایک محلہ بھی آباد ہو گیا تھا جنوبی ہند کے علاوہ عرب سوداگر گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ اور کونکن کے ساتھ بھی تجارت کرتے تھے۔ یہاں کے حکمرانوں نے بھی عرب سوداگروں کا ہمیشہ سواگت کیا۔ مسلمان سوداگر جہاں آباد ہوئے، انھوں نے مسجد تعمیر کیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کی۔ اصلی رشتہ تجارت کا تھا رواداری کا دور تھا۔ محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور محمد غوری کے حملوں کا مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

۶۳۶ء میں خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے زمانے میں عرب سوداگروں کو اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لیے ایک ساحلی بندرگاہ کی ضرورت تھی۔ اس لیے بمبئی کے قریب تھانہ بندرگاہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایران کی فتح کے ساتھ ساتھ ۶۴۳ء میں عربوں نے مکران اور بلوچستان پر قبضہ کر لیا۔

۷۰۵ء میں دمشق کے تخت پر ولید اموی اوّل بیٹھا تو اس نے حجاج بن یوسف کو عراق، ایران، مکران اور بلوچستان کا وائسرائے مقرر کر دیا۔ اسی زمانے میں عرب کے

ایک سوداگر کا لنکا میں انتقال ہو گیا۔ لنکا کے راجا نے عرب سوداگروں کی عورتوں اور بچوں کو ایک جہاز میں بٹھا کر عراق روانہ کر دیا۔ سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب سمندری ڈاکوؤں نے اس جہاز کو لوٹ لیا۔ حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجا داہر سے مجرموں کو سزا دینے اور تاوان ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ داہر نے سمندری ڈاکوؤں کے معاملے میں اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ اس لیے حجاج خفا ہو گیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی کا بیان ہے کہ مکران کے کچھ عرب باغیوں نے سندھ میں پناہ لی تھی اور ایک مضبوط جتھا بنا لیا تھا۔ اس لیے حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید اوّل کی اجازت سے سندھ پر حملہ کر دیا۔

شروع کے دو حملوں میں داہر نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور عرب فوجوں کو شکست دے دی۔ آخر کار حجاج بن یوسف نے ۷۱۱ء میں اپنے ۱۷ سالہ بھتیجے محمد بن قاسم کو اس مہم پر روانہ کیا۔ چھ ہزار شامی سوار چھ ہزار شتر سوار اور سامانِ جنگ ساتھ لے کر وہ شیراز سے سندھ کی جانب چلا۔ محمد بن قاسم نے دیبل کو فتح کیا۔ تیرون، سیحون، کے بدھوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ وہ دریائے سندھ پار کر کے راور پہنچا، جہاں ۷۱۲ء میں راجا داہر سے زبردست جنگ ہوئی۔ راجا داہر جنگ میں کام آیا۔ اس جیت کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد پر حملہ کیا۔ داہر کے بیٹے جے سنگھ نے مقابلہ کیا۔ مگر اس کو بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ ۷۱۳ء تک محمد بن قاسم نے ارار، ملتان اور دیگر مقام فتح کر لیے۔

محمد بن قاسم نے سندھ پر تین سال تک حکومت کی۔ ۷۱۵ء میں دمشق کے خلیفہ سلیمان نے اسے سندھ سے واپس بلا لیا۔ اس مختصر سے عرصے میں محمد بن قاسم نے سندھ کا بہت اچھا انتظام کیا۔ عرب مورخ البلادری کا بیان ہے کہ جب محمد بن قاسم سندھ چھوڑ کر جا رہا تھا تو رعایا افسردہ تھی۔ اور آنسو بہا رہی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد بن قاسم کے حملے میں مذہبی جذبہ شامل نہیں تھا۔ صرف تجارتی مفاد سامنے تھا۔

محمود غزنوی کے حملے : محمود غزنوی کے حملوں کو سب سے زیادہ مذہبی رنگ دیا گیا ہے۔ بعض مورخوں کی غلط ترجمانی کے باعث محمود غزنوی کو غازی سمجھ لیا گیا۔ دراصل یہ حملے بھی دولت اکٹھی کرنے اور غزنی کو سجانے کے لیے تھے۔ پروفیسر محمد حبیب کا بیان ہے کہ جنگجو لوگوں کے نزدیک جنگ کرنا ایک کھیل اور بہادری کا وصف تھا۔ ۹۸۶ء میں غزنی کے

حکمران سبکتگین نے پشاور سے کابل تک کا علاقہ پنجاب کے راجا جے پال سے پہلے ہی جیت لیا تھا۔ امیر سبکتگین نے اس علاقے میں اپنا وائسرائے مقرر کر دیا تھا، اور خراسان کو جیت کر اپنے بیٹے محمود کو وہاں کا گورنر بنا دیا تھا۔

امیر سبکتگین نے انتقال سے پہلے ۹۹۶ء میں بڑے بیٹے اسماعیل کو غزنی اور چھوٹے بیٹے محمود کو خراسان اور ہرات کا حاکم بنا دیا تھا۔ سبکتگین کے انتقال کے بعد محمود نے اپنے بھائی سے غزنی بھی چھین لیا تھا۔ اس نے خلیفہ سے خلوت حاصل کی اور سلطان کا لقب اختیار کر کے غزنی کا خود مختار حکمران بن گیا۔

محمود غزنوی نے ہندستان پر تقریباً ا حملے کیے ، اور سبھی حملوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۰۰۱ء میں محمود نے شمال مغربی ہند کے کچھ علاقے جیتے اور جے پال کو شکست دی۔ ۱۰۰۴ء میں بھیرا راجا کو ہرایا۔ ۱۰۰۵ء میں ملتان کے حکمران ابو الفتح داؤد کو شکست دی۔ وہ باج گزار تھا۔ سبکتگین کے انتقال کے بعد ابو الفتح نے خراج دینا بند کر دیا تھا۔

چھٹا حملہ محمود نے ۱۰۰۸ء میں آنند پال پر کیا۔ آنند پال نے ابو الفتح داؤد کی مدد کی تھی۔ آنند پال کی ہار ہوئی۔ ۷ دن کے محاصرے کے بعد قلعے کے دروازے کھول دیے گئے۔ مالِ غنیمت میں سات لاکھ دینار سات سو من سونے اور چاندی کی پلیٹیں، دو سو من سونا دو ہزار من کچا سونا اور چاندی اور بیس من زیورات شامل تھے۔ اس کے بعد محمود نے نگر کوٹ کو فتح کیا۔ ۱۰۱۲ء میں محمود نے تھانیشر جیتا۔ ۱۰۱۳ء میں محمود نے ترلوچن پال اور اس کے بیٹے بھیم کو ہرایا۔ ترلوچن پال نے جب کشمیر میں پناہ لی تو کشمیر پر حملہ کر کے وہاں بھی اس کو شکست دی۔ ۱۰۱۸ء میں برن کے راجا ہردت کو ہرایا۔ اس کے بعد محمود مہابن فتح کرتا ہوا متھرا پہنچا۔ وہاں جنگ نہیں ہوئی۔ محمود پانچ سونے کی مورتیاں اور دولت لے کر واپس چلا گیا۔ متھرا کے بعد قنوج پر حملہ کیا۔ قنوج کے راجا راجیال نے مقابلہ نہیں کیا وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ محمود قنوج سے بھی کافی دولت لے کر غزنی واپس گیا۔

۱۰۱۹ء میں چندیل راجا گنڈ نے قنوج کے راجا راج پال پر چڑھائی کی۔ اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ محمود کو پتا چلا تو اس نے گنڈ پر حملہ کر دیا۔ راجا کو شکست دی اور کافی دولت لے کر ۱۰۲۲ء میں غزنی واپس چلا گیا۔ اسی سال غزنی سے واپس آ کر گوالیار کے راجا کو شکست دی۔ اس کے بعد کالنجر پر پھر حملہ کیا۔ راجا گنڈ نے صلح کر لی اور خراج دینا منظور کر لیا۔

سومناتھ مندر پر حملہ :_____ ۲۶-۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے گجرات کے مشہور مندر سومناتھ پر حملہ کیا۔ اس مندر کا خرچ پورا کرنے کو دس ہزار گانوٗ وقف تھے۔ ایک ہزار پجاری ملازم تھے، پانچسو لڑکیاں ناچ گانے کو، اور دو سو سنگیت کار بھجن گانے کے لیے مقرر تھے۔ تین سو نائی یاتریوں کا مُنڈن کرنے کو ملازم تھے۔ مندر کے گھنٹے اور زنجیریں دو سو من سونے کی تھیں۔ مندر میں سومناتھ کا بُت عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ اس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس مندر میں محمود نے بھیم دیو کو ہرا کر گجرات کی راجدھانی انہلواڑہ کو فتح کیا اور دولت حاصل کی، پھر سومناتھ پہنچا۔ محمود کی فوجیں پہلے دن سومناتھ مندر میں داخل نہ ہو سکیں۔ لیکن دوسرے دن محمود مندر میں داخل ہو گیا۔ بیش قیمت مورتی اور تمام دولت کا اندازہ بیس لاکھ دینار بتایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اپنے ساتھ لے کر غزنی چلا گیا۔

محمود نے آخری حملہ ۱۰۲۷ء میں سندھ کے جاٹوں پر کیا۔ انھوں نے سومناتھ سے واپسی پر اس کی فوج کو ستایا تھا۔ اور سومناتھ سے لائی ہوئی دولت کو لوٹنے کی کوشش کی تھی۔ جاٹوں کو شکست دے کر محمود اپنے وطن واپس گیا۔ چالیس سال کی لگاتار جنگ سے صحت خراب ہو گئی۔ ۱۰۳۰ء میں غزنی میں اس کا انتقال ہو گیا۔

پروفیسر محمد حبیب نے محمود کی فتوحات کے سلسلے میں صاف کہا ہے کہ محمود کے حملوں کا مقصد اسلام کی تبلیغ ہرگز نہیں تھا۔

"THE INSPIRING MOTIVE OF HIS (MAHMUD) LIFE WAS NOT 'ISLAM BUT THE SPIRIT OF THE PERSIAN RENAISSANCE. HIS AGE WAS DEVOID OF HIGHER SPIRIT OF FAITH". [۵۱]

جہاں تک مندروں کو توڑنے اور دولت لوٹنے کا سوال ہے یہ کام شریعت کے خلاف ہے۔ اس زمانے میں لوٹ مار عام تھی۔ اسمتھ کا بیان ہے کہ یہی کام سمدر گپت نے دکن کی ریاستوں کی فتح کرنے کے بعد کیا تھا۔[۵۲] البیرونی نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں سے ہندستان میں نہایت ناخوشگوار فضا پیدا ہوئی۔ ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔[۵۳]

یوں دیکھیے تو محمود غزنوی کا رویّہ ہندوؤں کے ساتھ دوران فتح اور بعد کو بھی

بہت اچھا رہا تھا۔ نیل کنٹھ شاستری کا بیان ہے کہ محمود کی زندگی کی طرف عام رویہ سیکولر تھا۔[۵۸] وہ پہلا حکمران تھا جس نے افغانستان میں ایک سیکولر حکومت قائم کی تھی۔ محمود غزنوی نے ہندستانیوں کی ایک فوج بھی تیار کی تھی۔ تلک نام کا ایک ہندو اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ پروفیسر محمد حبیب کہتے ہیں۔

"MAHMUD WAS NO MISSIONARY, CONVERSION WAS NOT HIS OBJECT...... HE OBTAINED THE GOLD AND PRESTIGE HE NEEDED AND HE HAD ASPIRED FOR NOTHING ELSE".[۵۹]

اپنی حیرت انگیز کامیابی کے باوجود اس نے صرف دولت حاصل کی، کسی کو اسلام قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا۔[۶۰]

شہاب الدین محمد غوری: ــــ غیاث الدین محمد غوری کا چھوٹا بھائی اور علاء الدین جہاں سوز کا بھتیجا معز الدین محمد بن سام معروف بنام شہاب الدین محمد غوری تھا۔ ولزلی ہیگ کا بیان ہے کہ محمد غوری کا خاندان افغانستان کا حکمراں تھا۔ یہ لوگ مشرقی ایران کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ محمود غزنوی کے دور حکومت میں غور کا حکمراں امیر محمد بن سوری تھا۔ یہ حکمراں بڑا سرکش تھا اور محمود غزنوی کی ماتحتی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا مگر محمود غزنوی نے غور پر حملہ کر کے اسے اپنی حکومت میں ملا لیا تھا۔ اسی وقت سے غور اور غزنی کے حکمراں خاندانوں میں رقابت شروع ہو گئی تھی۔ محمود غزنوی کے کمزور جانشینوں کے دور میں علاء الدین غوری نے غزنوی حکمراں کو ہرا کر غزنی میں آگ لگا دی جو سات دن تک جاری رہی، غیاث الدین اور شہاب الدین غوری اسی علاء الدین جہاں سوز کے بھتیجے تھے۔ غیاث الدین غور کا حکمراں بنا۔ اور غزنی میں اس نے اپنے بھائی شہاب الدین محمد غوری کو گورنر بنا دیا تھا ۱۱۷۵ء میں محمد غوری نے ملتان پر حملہ کر کے اُچھ UCH کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۷۸ء میں محمد غوری نے گجرات پر حملہ کیا مگر ناکام رہا۔ ۱۱۷۹ء سے ۱۱۸۱ء تک اس نے پشاور، لاہور اور سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔[۶۱]

ان فتوحات کے بعد محمد غوری نے مغربی ہندستان کا رخ کیا۔ پہلا حملہ ۱۱۹۱ء میں پرتھوی راج پر کیا۔ ترائن کی پہلی جنگ میں محمد غوری کی ہار ہوئی ۱۱۹۲ء میں زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا۔ ترائن کی دوسری جنگ میں پرتھوی راج کو ہرا دیا۔ محمد غوری کے کمانڈر قطب الدین ایبک نے ہانسی، میرٹھ اور دلّی پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۹۴ء میں قطب الدین ایبک نے جے چند کو ہرانے میں محمد غوری کی مدد کی۔ ۱۲۰۳ء تک محمد

غوری نے مشرق میں بنگال تک فتح حاصل کر لی تھی۔ ۱۲۰۳ء ہی میں اپنے بھائی کے انتقال کے بعد محمد غوری کو وطن واپس جانا پڑا۔[۱۲]

محمد غوری نے ہندستان فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ اور قطب الدین ایبک کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

محمد غوری کے حملے سلطنت کو بڑھانے کے لیے تھے۔ مذہب سے ان حملوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے ہندستان میں دوران فتح کسی کے مذہبی جذبات کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائی۔ اس کے مزاج میں رواداری اور انصاف پسندی کی جھلک نظر آتی ہے۔ راجاؤں کو ہرا کر ان کی ریاستیں واپس کر دیں۔ بہت سے راجاؤں سے سیاسی معاہدے کیے۔ اس میں بہتر سیاسی حکمراں کی سوجھ بوجھ پائی جاتی تھی۔[۱۳]

یہ تاریخی سچائی ہے کہ قطب الدین ایبک اور اس کے جانشینوں نے ہندستان کو اپنا وطن بنا لیا۔ ان کے کارنامے ہندستانی تاریخ اور کلچر کا حصہ ہیں۔

حوالے باب نمبر ۱۸

۱۔ کے۔ اے۔ این۔ شاستری، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا (کلکتہ۔ ۱۹۷۰) ص ص۔ ۲۲۷۔ ۲۳۲

۲۔ مجومدار، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۰۱۔ ۲۱۱

۳۔ قریشی، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۱۰۷۔ ۱۱۱، ۱۴۳۔ ۱۶۶، ۲۳۷۔ ۲۴۷

۴۔ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۴۵۔ ۵۹، ۱۱۰ شاستری، مذکورہ بالا، ص۔ ۲۲۷

۵۔ قریشی، مذکورہ بالا، ایضاً

۶۔ محمد حبیب، محمود آف غزنی، ص ص ۲۳، ۶۲

۷۔ شاستری، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۳۰۔ ۲۳۶

۸۔ ایضاً

۹۔ نہرو، مذکورہ بالا، ص ص۔ ۲۳۰۔ ۲۳۹ حبیب، مذکورہ بالا، ص ص ۷۷۔ ۸۵

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ وولزلی ہیگ، دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، ص ص۔ ۳۸۔ ۳۹

۱۲۔ ایچ۔ جی۔ کیبن، ہسٹری آف انڈیا، ص ص۔ ۲۱۔ ۲۲

۱۳۔ ایشوری پرشاد، ہسٹری آف انڈیا، ص۔ ۱۲۸

آزمائش کی گھڑی

مصنف : سید حامد

صفحات : 136

قیمت : -/60 روپے

ایک خواب اور

مصنف : سردار جعفری

صفحات :204

قیمت : -/77 روپے

باتیں لاہور کی
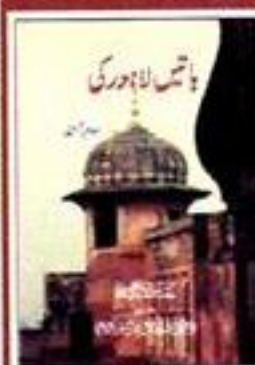
مصنف : سوم آنند

صفحات :276

قیمت : -/78 روپے

ایک چادر میلی سی

مصنف : راجندر سنگھ بیدی

صفحات :116

قیمت : -/48 روپے

الفاظ کا مزاج

مصنف : غلام ربانی

صفحات :136

قیمت : -/60 روپے

شریف زادہ

مصنف : مرزا رسوا

صفحات : 200

قیمت : -/62 روپے

تحقیقی مضامین
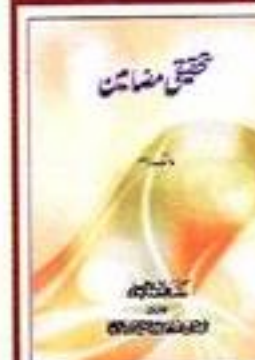
مصنف : مالک رام

صفحات :264

قیمت : -/91 روپے

فی الفور

مصنف : یوسف ناظم

صفحات :112

قیمت : -/53 روپے

ISBN: 978-81-7587-949-2

₹ 65/-